

ہر انگریزی ماہ کی یکم تاریخ کو
شائع ہوتا ہے

مجلسِ کونین حزبِ الانصار بھیر وادہ عالیہ محمدیہ کا ترجمان

حصہ ڈائری نمبر ۲۶۵
قیمت سالانہ
دو روپے
طلبہ سے واپس دینا

شمس الاسلام



(بانی و مولیٰ علامہ سید محمد رفیع شاہ صاحب دہلوی مدظلہ العالی)

علمی جوہر کی ارزانی

کاغذ کی ہولناک گرانی اور قارئین شمس الاسلام کی بے توجہی سے جریدہ کی حالت قابلِ رحم ہے اس خالص علمی اخلاقی تبلیغی جریدہ کا بقا نہایت ضروری ہے اسلئے مالی خسارہ پورا کرنے کیلئے سالانہ مہینوں کے جس قدر رسائل و فترتیں پڑے ہیں سب کو ازراں قیمت پر فروخت کرنے کا فیصلہ کیا گیا ہے جریدہ ہذا ۱۹۳۷ء سے جاری ہے تیرہ سال کے عرصہ میں اس نے بے بہا نادر مضامین شائع ہوئے اس لئے قارئین اس رعایت سے فائدہ حاصل کریں اور جس قدر اور جس سنہ کے رسائل درکار ہوں ڈیڑھ آنہ فی رسالہ کے حساب سے بذریعہ منی آرڈر رقم بھیج کر طلب کریں۔ علامہ ازیں جو صاحب جریدہ ہذا کا اجراء اسلامی مقاصد کیلئے ضروری سمجھتے ہوئے اسکی توسیع اشاعت کی طرف توجہ کریں۔ اس کے سابقہ رسائل کو فروخت کرنے اور حزب الانصار کی مطبوعات برقی لکھنؤی صورت میں فیل کشف التلبیس، ہدایات القرآن، اجتناب الخفایہ، تازیانہ نقشبندیہ، رکعات تراویح، حقیقت تشیع وغیرہ کی فروخت میں مدد دیں تاکہ مالی خسارہ کی کسی حد تک تلافی ہو سکے۔

زکوٰۃ و صدقات کا بہترین مصرف

ماہِ رجب، شعبان و رمضان میں ذی ثروت و صاحبِ نصاب اشخاص زکوٰۃ ادا کیا کرتے ہیں ایسے صحاب اس موقع پر حزب الانصار کے مدارس عربیہ کے طلبہ اور تبلیغی اداروں کو فراموش نہ فرمائیں اور قوم اعانت بنام ناظم حزب الانصار بھیرہ روانہ فرما کر عند اللہ ماجور ہوں گے۔
(میںجس)

بیادگار

اعلیٰ حضرت جامع شریعت الطریق
قدوة السالکین زبدة العارفین مولانا
محمد ذاکر صاحب بگوتی
نور اللہ مرقدہ

من جانب

حزب الانصار بھیرہ (پنجاب)

اللہ کے دین کے مدگاروں کا گروہ

بسرپرستی

حضرت رئیس المبلغین مولانا
محمد نصیر الدین صاحب
بگوتی رحمۃ اللہ علیہ جاری
کیا گیا

اغراض و مقاصد
۱۔ اندرونی و بیرونی حلوں سے اسلام کا تحفظ، تبلیغ و اشاعت اسلام۔
۲۔ اصلاح رسوم با اتباع شریعت اسلامیہ۔ احیاء و اشاعت علوم دینیہ۔

طریقہ کار
۱۔ جریدہ شمس الاسلام کا اجراء دل دار العلوم عزیز یہ جامع مسجد بھیرہ جو اپنے مختلف شعبوں کے ذریعہ اسلام کی بہترین خدمت انجام دے رہا ہے رسل مبلغین کے ذریعہ ملک کے طول و عرض میں اسلامی زندگی پیدا کی جا رہی ہے۔ ۲۔ عظیم الشان سالانہ کانفرنس (۵) امیر حزب الانصار کا مبلغین کے ہمراہ سالانہ تبلیغی دورہ۔ (۶) یتیم خانہ (۷) کتب خانہ (۸) جامع مسجد بھیرہ کی مرمت (۹) مسلم نوجوانوں کی تنظیم۔

جریدہ کے قواعد و ضوابط

- ۱۔ جو صاحب حزب الانصار بھیرہ کو کم از کم پانچ روپے ماہانہ رقم عطا فرمائینگے وہ سرپرست مقرر ہونگے ایسے صحابہ کے اسماء کے جریدہ شمس الاسلام میں شائع ہونگے ایسے حضرات کی سفارش پر ۲۵ امدان مساجد غریبا یا طلباء کے نام جریدہ بلا معاوضہ جاری کیا جائیگا پانچ روپیہ سے کم اور ایک روپیہ سے زیادہ جو صاحب ماہوار رقم عطا فرمائینگے وہ معاونین میں شمار ہونگے اور ان کی سفارش پر ۱۰ امدان مساجد غریبا یا مفلس طلباء کے نام سالہ جاری کیا جائیگا معاونین کے اسماء بھی شکر کیہ کے ساتھ درج کئے جائینگے۔
- ۲۔ ارکان حزب الانصار کے نام جریدہ مفت بھیجا جاتا ہے چندہ کنیت کم از کم چار آنہ ماہوار یا تین روپیہ سالانہ مقرر ہے۔
- ۳۔ عام سالانہ چندہ عام مقرر ہے نمونہ کار پر چھ تین آنہ کے ٹکٹ موصول ہونے پر بھیجا جاتا ہے۔
- ۴۔ سالہ باقاعدہ جانچ پڑتال کے بعد بذریعہ ڈاک بھیجا جاتا ہے۔ رسائل راستہ میں تلف ہو جاتے ہیں ایسی صورتوں میں خط و پیغام کے اخیر تک اطلاع موصول ہونے پر دوبارہ بھیجا جاتا ہے اطلاع نہ ملنے کی صورت میں دفتر ذمہ دار نہ ہوگا۔

جملہ خط و کتابت و ترسیل زر بنام

مینجر سالہ شمس الاسلام بھیرہ (پنجاب) ہونی چاہئے

سُرخ نیل کا نشان۔ یہاں ان حضرات کے پرچہ پر سُرخ نیل کا نشان لگایا گیا ہے جنکی بنیاد اس پر چکیا تہ ختم ہو چکی ہے ان حضرات کی خدمت میں درخواست ہے کہ آئندہ سال کا چندہ بذریعہ منی آرڈر جلد روانہ فرمائیں اگر خدا نخواستہ کسی وجہ سے آئندہ خریداری کا ارادہ نہ ہو تو بذریعہ پوسٹ کارڈ ہمیں پہلی فرصت میں مطلع کریں۔ خاموشی کی صورت میں آئندہ ماہ کا پرچہ بذریعہ وی پی ارسال خدمت ہوگا جس کا وصول کرنا آپ کا اسلامی و اخلاقی فرض ہوگا (غلام حسین مینجر شمس الاسلام)

ملاحظہ

مجلس کزیزہ اب انصار کی کارگزاری

موضع محمد علی الہ میں اعلیٰ کلمۃ الحق سیال شریف
 کے علاقہ میں رفض کے بڑھتے ہوئے زور کو مد نظر رکھتے ہوئے حضرت مخدوم العالم خواجہ حافظ محمد قمر الدین صاحب سجادہ نشین سیال شریف مدظلہ العالی نے اس کے استیصال کی طرف توجہ مبذول فرمائی ہے۔ موضع محمد علی والہ کے شیعوں نے حضرت مخدوم کی خدمت میں گزارش کی کہ ہمیں سیدنا علی کرم اللہ وجہہ کاسینا ابو بکر رضی اللہ عنہ کے پیچھے نماز پڑھنا ثابت ہو جائے تو ہم شیعیت سے تائب ہونے کے لئے تیار ہیں۔ حضرت مخدوم نے، شعبان کو ان کے قریہ میں جا کر حق کا فیصلہ فرمایا۔ شیعوں نے بھی اپنے کسی مولوی کو میدان مناظرہ میں لانے کے لئے ٹیگ و دوکی سگران کو اس میں کامیابی نہ ہوئی۔ اور سنا گیا ہے کہ جو مولوی وہ لائے تھے وہ بھی، شعبان کی رات کو بھاگ گیا۔ حضرت مخدوم مع جم غفیر، شعبان کو قریہ محمد علی والہ میں رونق افروز ہوئے۔ حضرت امیر حزب الانصار بھی خاص دعوت کی بنا پر ایسے مبارک اجتماع میں شامل ہوئے۔ مولوی چراغ الدین صاحب رتیروی و دیگر کئی علمائے کرام بھی حضرت سجادہ نشین صاحب قبلہ کی رفاقت میں وہاں پہنچ گئے۔ مولانا مولوی احمد بخش صاحب مدرس دارالعلوم ضیاء شمس الاسلام سیال شریف کی تقریر کے بعد حضرت امیر حزب الانصار کی معرکہ الآراء و بصیرت افروز تقریر ہوئی۔ جس سے

شعبہ تعلیم ۱۰ شعبان سے حزب الانصار کے تعلیمی اداروں میں تعطیلات ہو چکی ہیں تعطیلات کے بعد نئے سال کا داخلہ ۵ رشتوال سے شروع ہو گا۔ جملہ طلبہ ۱۲ رشتوال سے پہلے مدارس میں حاضر ہو جائیں۔ ۱۲ رشتوال کے بعد غالباً داخلہ کی گنجائش نہ رہے گی۔ اضلاع لاہور شیخوپورہ وغیرہ کے طلبہ حزب الانصار کے مدرسہ عربیہ وار برٹن (ضلع شیخوپورہ) میں تعلیم حاصل کر سکتے ہیں۔ مدرسہ مذکورہ کی تعلیمی حالت بہت بہتر ہو چکی ہے۔

آئندہ سال کے لئے تعلیمی نصاب میں اصلاح و ترمیم کا مسئلہ زیر غور ہے۔ دارالعلوم عزیزیہ بھیرہ کو اعلیٰ پیمانے پر لے جانے کا فیصلہ کیا گیا ہے۔ قابل مدرسین کے ذریعہ حدیث و فقہ، ادب و تفسیر کی اعلیٰ تعلیم رائج کرنے کا عزم کیا گیا ہے۔ حوا توفیقی الالبانہ۔

شعبہ تبلیغ مولوی غلام نبی صاحب نے شاہ پور روڑا۔ خواجہ والا بستی سیپانی علیہ والا سمندر والا۔ ملوک والا۔ دلتی۔ قندھاری۔ کھبا شہید۔ بھٹ۔ سناواں۔ ڈھڈی۔ بستی غلام علی۔ بدھ وغیرہ قلع مظفر گڑھ کے دیہات کا تبلیغی دورہ فرمایا ہے۔ مولوی صاحب بعض وجوہات کی بنا پر ۱۵ ستمبر سے حزب الانصار کے شعبہ تبلیغ سے علیحدہ ہو چکے ہیں۔ اور ان کے ذمہ تبلیغی کام نہیں رہا۔

مولوی احمد یار صاحب نے حضرت امیر حزب الانصار کی رفاقت میں کئی مقامات کا دورہ فرمایا۔

سر رہا۔ مناظرہ کی مفصل رویداد مرتب ہو رہی ہے۔

انشاء اللہ اشاعت آئندہ میں درج ہوگی۔

مجلس انصار المسلمین کا لا باغ کی اکیالہ کارگزاری

تکمیل جامع مسجد۔ جامع مسجد جو کہ ۱۹۳۵ء کے سیلاب عظیم میں بگئی تھی۔ اور ۱۹۳۵ء سے زیر تعمیر تھی۔ امسال پایہ تکمیل کو پہنچی۔ اور مسجد کیٹی الحاج مولانا فخر الزماں شاہ صاحب۔ میاں غلام خواجہ شیخ عبدالقادر و میاں خان زمان ٹیلر اسٹرپر مشغول تھی نے اپنا حساب و کتاب برسر اجلاس پیش کیا۔ تقریباً آٹھ ہزار روپیہ خرچ ہوا جس میں سے دو ہزار روپیہ خان بہادر نواب آف کالا باغ نے عطا فرمایا۔ اور چھ ہزار روپیہ شہر اور مضافات کا چندہ ہے۔ مسجد کیٹی اور غریب انصار نے نہایت ہی اخلاص سے کام کیا ہے۔ اور آٹھ ہزار سے تیس ہزار روپے کا کام کیا۔ یہ مسجد دیکھنے سے تعلق رکھتی ہے۔ لوگ دور دور سے اسے دیکھنے آتے ہیں۔

مدرسہ اسلامیہ کا قیام اور اس کا انتظام۔ مجلس انصار المسلمین کا دفتر بھی مسجد کے اندر ایک کونے پر بنایا گیا ہے۔ جس میں سالانہ مجلس مشاورت منعقد ہوتی ہے۔ پچھلے چند سالوں سے کالا باغ و مضافات کے غریب انصار نے ایک اسلامی مدرسے کی بھی جامع مسجد میں بنیاد ڈالی ہے۔ جس میں بچوں کو ابتدائی تعلیم مفت دی جاتی ہے۔ اور قرآن شریف بھی پڑھایا جاتا ہے۔ اور بچوں کو مفتی کفایت اللہ صاحب کی اسلامی درسی کتابوں سے بھی روشناس کرایا جاتا ہے۔ تین مدرس مقرر ہیں۔ جن میں سے دو کو خان بہادر نواب آف کالا باغ اپنے دست خرواہ سے، مرحمت فرماتے ہیں۔ اور ایک

حق پوری طرح واضح ہو گیا۔ یہ تقریر چونکہ بے حد مفید اور فیصلہ کن قرار دی گئی ہے۔ اس لئے جریدہ ہذا کی اسی اشاعت میں دوسری جگہ مکمل طور پر درج کی گئی ہے۔ اس تقریر کو ضبط کرنے اور تحریر میں لانے کے لئے مولانا سیاح الدین صاحب مفتی دارالعلوم غزنیہ و رکن دارالتالیف حزب الانصار لائق ستائش و شکر یہ ہیں۔ آپ نے نہایت ہی محنت سے اس کو مکمل طور پر قلمبند کر کے کارکنان جریدہ پر احسان کیا ہے۔

مولانا ظہور احمد صاحب کے حزب الانصار کی تقریر کے بعد حضرت قندہ سجادہ نشین صاحبہ مدظلہ العالی کے کلمات طیبات اور پرمعارف الفاظ کا حاضرین پر نہایت عمدہ اثر ہوا۔ بعد ازاں مولوی چراغ الدین صاحب کی تقریر کے بعد ۲ بجے جلسہ برخاست ہوا۔ اور علاقہ بھر کے شیعوں کے دلوں پر افسردگی اور اہل سنت کے قلوب پر مسرت طاری ہوئی۔ فالحمد للہ علی ذلک

مناظرہ ڈھل۔ بھیرہ سے ۹ میل کے فاصلہ پر موضع ڈھل میں ۲۱ شعبان المعظم کو شیعوں کے ساتھ اہل سنت کا شاندار و کامیاب مناظرہ ہوا۔ شیعہ مناظر ملک فیض محمد اپنا ایمان قرآن مجید کے ساتھ ثابت نہ کر سکا۔ اور سنی مناظر مولوی نور محمد صاحب نے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا ایمان قرآن مجید کے واضح آیات اور ائمہ شیعہ کے اقوال سے ثابت کر دیا شیعہ مناظر فہمت الذی کفر کا مصداق تھا۔ آواز بند ہو گئی۔ گلا خراب ہو گیا۔ روسیاہی میں اضافہ ہوا۔ اور علاقہ بھر میں شیعیت کا بڑھتا ہوا سیلاب ٹھم گیا۔ مناظرہ کے نتیجے کے طور پر ڈھل کے تین سید خاندان شیعیت سے تائب ہوئے۔ اہل سنت کی طرف سے اس مناظرہ کے صدر حضرت مولوی ظہور احمد صاحب امیر حزب الانصار تھے۔ اس لئے فتح کا سہرا آپ کے ہی

فوج محمدی کی اطلاعات

مولسی خیل - جماعت ترقی پذیر ہے۔ یونے دو سو انصار بھرتی ہو چکے ہیں۔ دفتر باقاعدہ قائم کیا گیا ہے۔ تمام انصار خدمت اسلام و خدمت خلق کے لئے مستعد رہتے ہیں۔

چکرطالہ (ضلع میانوالی) ۶۱ جدید انصار بھرتی ہوئے۔ اور جماعت کی جدید تشکیل کی گئی۔ اور حسب ذیل عہدے داران منتخب ہوئے :-

صدر :- ملک حق نواز خاں صاحب
نائب صدر :- مولوی الدداد خاں صاحب
ناظم :- ملک مولانا بخش صاحب
خازن :- جناب قاضی محمد شاہ صاحب
امیر العسکر :- ملک منٹو خاں صاحب
ناظم تبلیغ :- مولانا نعیم محمد صاحب

کوٹ چاند نہر - حضرت صاحبزادہ مولانا فخر الزمان صاحب قائد العسکر کمرشانی - منہ خیل - خدوڑی جلال پور - کالا باغ - مولسی خیل - دلیل والہ اور چکرطالہ کا دورہ فرما کر واپس کوٹ چاند نہر تشریف لا چکے ہیں۔ اور ماہ رمضان المبارک اسی جگہ قیام فرمانے کا ارادہ رکھتے ہیں آپ نے ہر جگہ جماعتوں کا معائنہ کیا اور جدید انصار بھرتی کئے۔

زکوٰۃ کا بہترین مصرف

زکوٰۃ و صدقات ادا کرتے وقت دارالعلوم عزیزہ بھیہ کو فراموش نہ فرمائیں نیز غریب کے نام جریہ شمس الاسلام جاری کر اگر تبلیغ اسلام میں حصہ لے کر ثواب دارین حاصل کریں تو رقم بھیجے گا پتہ : ناظم مالیات حزب الانصار بمصرہ پنجاب کافی ہے کوپن پر رقم کے مصرف کی تصریح کر دینی ضروری ہے۔ (ریجنر)

استاد کو غریب انصار بخوادیتے ہیں۔ ہر سال بیسیوں لڑکے فیضیاب ہو کر نکلتے ہیں۔ اس سال ارادہ ہے کہ دو یا تین مبلغین اسلام کو منگوا یا جائے۔ تاکہ مسلمانان علاقہ کفر والحاد کے ٹھانٹیں مارتے ہوئے سمندر میں غرق ہونے سے بچ سکیں۔ اور علم حقانی کی روشنی سے بہرہ ور ہو سکیں۔

تبلیغ اسلام - اس سال خدا کی مہربانی سے دو شیخ صاحبان مسلمان محمد نواز ولد نور۔ و رب نواز ولد نور قومی موچی بہ تبلیغ حضرت مولانا الحاج فخر الزمان صاحب قائد العسکر فوج محمدی کے دست حق پرست پر دوبارہ داخل دائرہ اہل سنت والجماعت ہوئے۔

مقدمات کا فیصلہ بذریعہ شریعت - امسال مولانا الحاج فخر الزمان شاہ صاحب سجادہ نشین قائد العسکر فوج محمدی نے میاں احمد و سلطان قوم قصاب و قاضی سلطان احمد قوم قریشی کے باہمی تنازعہ کا فیصلہ کیا دوسرے مقدمہ لدھے قصاب اور سوارے قصاب کے درمیان ایک مکان کے بانٹنے کے متعلق تھا۔ دونوں فریق آپس میں ایک دوسرے کے جانی دشمن بن رہے تھے۔ مولانا صاحب و انصار کارکنوں نے بیچ بچاؤ کر کے ان کے مقدمہ کا فیصلہ احسن طریقہ سے انجام دیا۔ اور وہ پھر شریعت پر ٹھکر کی طرح ہو گئے۔

خدمت خلق - امسال دس بے یار و مددگار مردوں کو کفن وغیرہ ہینا کر دیا گیا۔ اور گندم کی قلت کے ایام میں انجمن ہذا نے اپنا سٹور قائم کیا۔ اور غریب مسلمانوں میں ہزاروں روپے کی گندم تقسیم کی۔ جس سے ہندو و مسلمانوں دونوں نے فائدہ اٹھایا۔ اور جماعت کو دعائیں دیں۔ اگرچہ اس کاروبار میں انجمن ہذا کو بہت نقصان ہوا۔ لیکن خلق خدا کی خدمت کا بے بہا موقع ملا۔

(میاں احمد مرغوب سیکرٹری انصار المسلمین کالا باغ)

شذرات

بڑے شوق سے توجہ فرا کر عمل پیرا ہوں گے۔

جعلی نقلی پیروں کے کروت

روزنامہ ملاپ ۵ - اگست

کی خبر ہے کہ مسٹر دانی ایل پنچہ مجسٹریٹ لاہور کی عدالت میں ایک جعلی پیر محمد سعید کے برخلاف مقدمہ دھوکہ دہی زیر سماعت ہے۔ مدعی نے جو اپنے آپ کو چٹے کا سوداگر اور تمام ہندوستان کا پیو پاری بتاتا ہے بیان دیا ہے کہ میں نے ۲۵ ہزار کے لالچ میں آکر بڑی سرکار اور چھوٹی سرکار کی خدمت میں ۵ ہزار کا مال واسباب، کچھ سونا، اور کچھ نقد "تذرانہ" پیش کیا۔ مگر مجھے ۲۵ ہزار کی رقم نہیں ملی۔ بلکہ پیر صاحب میرا مال بھی دھوکہ کر کے لے اڑے میں تلاش کرتا رہا۔ اور آخر میں نے مقدمہ درج کرا دیا عدالت میں کافی تعداد میں جعلی داڑھیاں اور بال پیش کئے گئے۔ جو چھوٹی سرکار اور بڑی سرکار لگایا کرتے تھے اس بارے میں قانونی فیصلہ کرنا تو عدالت کا کام ہے لیکن مسلمانوں کی جہالت و نادانی اور اس طرح کی خام خیالیوں کو دیکھتے ہوئے ہم بھی کچھ کہنا چاہتے ہیں۔ اسلام میں کسی پیر و مرشد کی عقیدت، اس کے ہاتھ پر بیعت ہونا، اس کا احترام صرف اس لئے ہوتا ہے اور اس لئے ضروری قرار دیا گیا ہے۔ کہ اس کی صحبت میں رہ کر دین کی طرف رغبت پیدا ہو جاتی ہے۔ ایمان و ایقان میں قوت پیدا ہو جاتی ہے۔ عقائد میں یقین آ جاتی ہے اور انسان اعمال حسنہ اور اخلاق حمیدہ کے زیور سے آراستہ و پیراستہ ہو جاتا ہے۔ لیکن آج کل کے مسلمانوں کو چونکہ دین کی ضرورت نہیں بلکہ ان کے دلوں میں دنیا کی محبت

مدح صحابہ رضی اللہ عنہم خلفاء راشدین، صحابہ کرام

دکھنا، ان کے کارناموں اور مذہبی خدمات کا بار بار تذکرہ کرنا تاکہ ہم میں بھی جوش عمل پیدا ہو۔ ایک نہایت ضروری اور بہترین کام ہے۔ ان کی سوانح حیات کی عام اشاعت اور ان کی اقتداء کی تبلیغ مسلمانوں کا اہم فریضہ ہے معلوم ہوا ہے کہ اس مقصد کے لئے دہلی کے حضرات نے یادگار خلفاء بنانے کا ارادہ کیا ہے۔ جس میں غیر مسلم حضرات سے بھی تقریریں کرانے کا پروگرام بنایا ہے۔ بہتر ہوگا کہ ہندوستان کے دوسرے شہروں اور صوبوں کے مسلمان بھی اس کام کو شروع کریں۔ اور خصوصاً مسلمانان پنجاب کو خاص طور سے توجہ دلائی جاتی ہے۔ کہ علماء کرام اور مشائخ عظام اپنی قیادت میں ایسے مجالس و محافل کے منعقد کرانے کا انتظام کریں۔ خلفاء راشدین، صحابہ کرام، ائمہ عظام اور سلف صالحین کی سوانح حیات، ان کی کارگزاریوں ان کے فضائل و مناقب کی اشاعت خوب اچھی طرح کی جائے۔ اور عام مسلمانوں کو ان سب ضروری اور اہم باتوں سے واقف کیا جائے۔ اور اس سے مقصد کسی غلط فرقہ سے چھڑھیا یا ان کی دل آزاری نہیں بلکہ صرف اپنے مذہب ... کی عام تبلیغ کے فریضہ کو سرانجام دینا ہے اور اپنے بزرگوں کی یاد تازہ کر کے ان کی پیروی کرنے کے لئے اپنے آپ کو آمادہ کرنا ہے۔ تاکہ ہم اقتداء بالذین من بعدی ابی بکر رضی اللہ عنہ و عمر رضی اللہ عنہما و غیرہما نبوی علیہم السلام و سنتہ الخلفاء الراشدین المجددین من بعدی عضوا علیہا بالوائحد کی تعمیل کر سکیں۔ امید ہے کہ علماء و مشائخ اس طرف

پھیل رہی ہے۔ اگر بیتل کے ٹکڑے کو سونا سمجھ کر کوئی اپنی بے وقوفی سے دھوکہ کھا جائے۔ تو اگر وہ خود اپنی بے وقوفی کے اقرار کی بجائے سرے سے سونے کو فضول اور بے قیمت چیز قرار دے۔ تو یہ یقیناً اس کی مزید حماقت ہوگی۔ آج کل جھوٹے اور جعلی پیروں سے سیم وزر کے لالچ میں دھوکہ کھا جانے کے بعد بہت سے محقق یہ مزید حماقت کر بیٹھے ہیں۔ کہ مشائخ طریقت سے بدظن ہو جاتے ہیں۔ اور محدود دین طبقہ کے افراد ایسے جزئی واقعات کی آٹ میں تصوف و طریقت علم و علماء کو بدنام کر کے اپنے الحاد کی اشاعت کرتے ہیں مگر عقل سلیم کی روشنی میں فیصلہ کرنے والے خود اس حقیقت کو سمجھ سکتے ہیں۔ کہ جعلی پیروں اور نقلی داڑھیوں کی ذمہ داری اصلی پیروں اور اصلی داڑھیوں پر کبھی بھی عائد نہیں ہو سکتی۔

جاگزیں ہے۔ اس لئے وہ تو ایسے پیر کی تلاش میں رہتے ہیں۔ جو کہ ان کو کمینیا کا نسخہ بتائیں۔ اس کی وجہ سے ٹوکلا کے ذریعہ ہزاروں روپیہ چھن چھن کر کے ان کی جیبوں میں پڑے۔ جنات لوٹوں کے بندل ان کو حاضر کرتے رہیں۔ اور یا ایسا تو نید دے جس کی تاثیر سے ”محبوبہ عاشق کے قدموں پر سر رکھنے پر محبوب ہو جائے۔ جب مسلمانوں کو ایسے ہی بزرگوں اور ”مرشدوں“ کی طلب ہے۔ تو ظاہر ہے کہ دھوکہ باز اور مکار لوگ پیری و فقیر سی کے لباس میں ان پر زبردست اور لالچی محققوں کو لوٹنے کی کوشش کریں گے۔ اور ہزاروں کا جیکہ دے کر کم از کم سینکڑے تو ضرور بیٹور لیں گے۔ مگر کیا ایسے واقعات کو دیکھ کر یہ نتیجہ اخذ کرنا بے انصافی اور اندھیر گردی نہ ہوگی۔ کہ تصوف ہی کوئی چیز نہیں۔ اور ان صوفیاء کرام اور مشائخ طریقت کے خلاف بھی محاذ قائم کیا جائے۔ جو اسلام کی صحیح خدمت انجام دے رہے ہیں۔ اور جن کی برکت سے واقعی روحا

تبلیغی کتابیں

ہیں ان میں سے اکثر کے حالات اور دعاوی اس کتاب میں درج کئے گئے ہیں۔ حسن بن صباح اور درویشوں کے حالات بھی بالتفصیل درج ہیں قیمت ۸/-
مولف مولوی عبدالکرم صاحب
حقیقت مرزائیت۔ مبالغہ سابق مبلغ مرزائیت
یہ کتاب اس ضرب المثل کی صحیح مصداق ہے ”گھر کا

خلفائے اربعہ مولفہ خواجہ عبدالحی صاحب پرنسپل جامعہ ملیہ
اس کتاب میں چاروں خلفائے راشدین رضی اللہ عنہم کی سبق آموز سیرت و کشف انداز میں بیان کی گئی ہے
بہت سے اسلامیہ ہائی سکولوں کی ہائی کلاسوں کے نصاب
دینیات میں داخل ہے۔ لکھا ئی چھپائی کا غرضب اعلیٰ
ہے قیمت ۹/- علاوہ محصول ڈاک

چودھویں صدی کے مدعیان نبوت۔ ساڑھے
چھ سو
صفحات کی کتاب۔ سید کذاب سے لے کر مرزا قادیانی بلکہ
غایت اللہ مشرقی تک جس قدر دجال اور مفند گذرے

بھیدی نکا ڈھائے ” قیمت ۸/-
مولف مولانا نور بخش صاحب ایم اے توکل
تذکرہ مشائخ نقشبندیہ۔ یہ کتاب پانچ صفحات پر مشتمل ہے جس میں
حضرت مشائخ نقشبندیہ کا حال اور لغویات کو تفصیل سے بیان کیا گیا ہے
قیمت ۸/- علاوہ محصول ڈاک

پیرزادہ ابوالفضلاء محمد بہاء الحق صاحب قاسمی۔ گلوالی دروازہ امر

مسلمانوں کا پہلا عروج و اقبال موجودہ نثری ادب

اسباب عروج و زوال

(۳)

(از مولانا سید سیاح الدین کا کاخیل مفتی دارالعلوم عزیزہ ورکن دارالتالیف والترجمہ مجلس خزانہ انصار کھیرہ)

تیسری حدیث

قال رسول الله صلى الله عليه وسلم
إِذَا كَانَ أَمْرُكُمْ
خَيْرًا كُمْ وَأَعْيَاءُ كُمْ
سَمَحَاءُ كُمْ وَأُمُورُكُمْ
شَرًّا هِيَ بَيْنَكُمْ قَطْعُ
الْأَرْضِ خَيْرٌ لَكُمْ مِنْ بَطْنِهَا
وَإِذَا كَانَ أَمْرُكُمْ
شَرًّا كُمْ وَأَعْيَاءُ كُمْ
بُخْلًا وَكُمُورُكُمْ
الْإِنْسَاءُ كُمْ فَبَطْنُ الْأَرْضِ
خَيْرٌ لَكُمْ مِنْ ظَهْرِهَا
(رواه الترمذی)

جب تمہارے امیر نیک ہوں اور تمہارے غنی سخی، اور وریا دل ہوں، اور تمہارے معاملات باہمی مشورہ سے ہوں تو سطح زمین پر زندہ رہنا تمہارے لئے بہتر ہوگا اور جب تمہارے امیر شریر ہوں، اور تمہارے غنی بخیل و کجخوس ہوں، اور تمہارے معاملات عورتوں کے اختیار میں آجائیں۔ (باہمی مشورہ نہ ہو بلکہ خود رائی اور اختلاف ہو)

(رواہ الترمذی)

تو اس وقت قبر تمہارے لئے سطح زمین پر زندہ رہنے سے بہتر ہوگی۔ (ترمذی)

شرح حدیث۔ اس حدیث میں جناب رسول صلی اللہ علیہ وسلم مسلمانوں کو ترقی و تشریف، عزت و ذلت قومی اور اجتماعی حیات و معاش کا راز بتلا رہے ہیں۔ فرماتے ہیں کہ جب تمہارے امراء، قوم کے سردار نیک

ہوں۔ خوش اخلاق، نیک عمل، صبیح الایمان اور قوم کے بہرہ ور و غمخوار ہوں، اغنیاء اور دولت مند لوگ سخی ہوں قوم کی بہبودی، غریبوں کی دستگیری، مذہب کی تبلیغ و اشاعت کے لئے دل کھول کر مال خرچ کرتے ہوں اور تمہارے تمام دینی اور دنیوی معاملات باہمی صلاح و مشورہ سے طے ہوتے ہوں۔ تو ایسی صورت میں تم کو عزت نصیب ہوگی۔ غلبہ و اقتدار حاصل ہوگا۔ اور تمہارا زندہ رہنا چلانے سے بہتر ہوگا۔ لیکن اگر تمہارے امراء، بُرے ہو جائیں۔ اپنی ذمہ داریوں کو فراموش کر دیں۔ خود بھی بد اخلاق و بد کردار ہوں۔ اور ماتحتوں کو بھی برائیوں کی رہنمائی کرنے لگیں۔ اور اغنیاء و سرمایہ دار بخیل و بے درد ہوں۔ قومی اور مذہبی ضروریات کو دیکھ کر چشم پوشی کرتے ہوں۔ یتیموں، یتیموں، یتیموں، مسکینوں، ننگوں، بھوکوں کی آہ و بکا، فریاد و فغاں کو سنتے ہوں مگر ان کی مالی امداد و اعانت کی طرف کچھ بھی توجہ نہ کرتے ہوں۔ شریعت کی طرف سے ان پر جو جو مالی حقوق عائد ہیں ان کے پورا کرنے کے لئے آمادہ نہ ہوتے ہوں۔ اور تمہارے معاملات اور دینی و دنیوی امور باہمی مشورہ سے فیصلہ نہ ہوتے ہوں۔ بلکہ ہر طرف خود رائی و استبداد کا دور دورہ ہو۔ آراء و افکار میں اختلاف و تشتت ہو۔ کسی اختلافی چیز کو باہم بیٹھ کر سوچ کر متفقہ طور

اس بنا پر کہ

تازہ خواہی داشتن گروا غملے سینہ را
گاہے گاہے باز خواں این قصہ پارینہ را
ان تاریخی حقائق کو اس موقع پر بالکل نظر انداز نہیں
کر سکتا۔ اور چند واقعات کی طرف اشارہ کر کے بتا دوں گا
کہ انہیں اخلاق حمیدہ اور اعمال حسنہ کی بدولت ہمارے
ان مقتدایان دین کو دنیا میں بھی علو و تمکن حاصل ہوا اور
آخرت کی دائمی خوشیاں بھی ان کو نصیب ہوئیں۔
رضی اللہ عنہما اجمعین۔

امیر کا معنی

خاص اصطلاح کی بناء پر تو امیر کے لفظ کو خلیفہ
کے معنی میں استعمال کیا جاتا ہے۔ لیکن لغوی معنی کو دیکھ
کر امیر کے مفہوم میں ہر وہ شخص داخل کیا جاتا ہے۔ جو
کسی جماعت کا سردار ہو اور وہ جماعت اس کی ماتحت
اور اس شخص کے اوامر و احکام کو پورا کرنے کی مکلف ہو
اور عام طور سے یہی استعمال جاری ہے۔ اس لئے اس
میں مسلمانوں کا خلیفہ، افواج کے جنرل، فوج کے مختلف
حصوں اور ٹکڑوں کے چھوٹے چھوٹے افسر، کسی صدر
ملک کے انتظام سنبھالنے والے گورنر، اور اس کے ماتحت
افسر سب داخل ہیں، اور اسی طرح کسی قوم کا لیڈر و رہنما
کسی شہر یا علاقے کا رئیس بھی امیر شمار کیا جاتا ہے۔ اور
ان سب کی بھلائی برائی مسلمانوں کی ملی اور اجتماعی امور
پر اثر انداز ہوتی ہے۔ حضورؐ نے فرمایا کلکم راع و
کلکم مسئول عن رعیتہ فالامام راع و مسئول
عن رعیتہ والرجل راع فی اہلہ و مسئول عن
رعیتہ والمرأۃ فی بیتہ ورجھا راعیۃ و مسئلۃ
عن رعیتہا والحادم فی مال سیدہ راع و مسئول
عن رعیتہ (الحادیث بخاری) یعنی بادشاہ اپنی

سے فیصلہ کرنے کی اہلیت تم میں مفقود ہو جائے۔ اور
عورتوں کو اپنے تمام سیاہ و سپید کا مالک و مختار بنانے
لگ جاؤ۔ تو جب ایسی صورت ہوگی۔ تو تمہاری ذلت
ہوگی۔ قومی تنزل و تسفل ہوگا۔ روز بروز بد سے بدتر ہوتے
جاؤ گے۔ دوسروں کے حلقہ بگوش اور غلام ہو جاؤ گے
حاکمانہ اور عزت مندانہ خصائص تم سے رخصت ہو
جائیں گے۔ اور چونکہ ذلت و محکومی کی زندگی و حقیقت
موت سے بھی بدتر ہے۔ اس لئے تمہارے لئے اس وقت
مرکزین کے نیچے قبروں میں لیٹ جانا سطح زمین پر زندہ
رہ کر جلنے پھرنے سے بہتر ہوگا۔

پیشین گوئی کی صداقت

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ ارشاد حرف بہ حرف صحیح
ثابت ہو چکا ہے۔ جب ہمارے امراء خیار تھے۔ ہمارے
انفیا، شمشیر تھے۔ ہمارے امور باہمی مشاورت سے طے
ہوتے تھے۔ تو تمہاری عزت بھی تھی۔ حکومت بھی تھی۔
اور دنیا کی بڑی بڑی سلطنتیں، عظیم الشان فوجیں ہماری
شان و شوکت سے لرزہ بر اندام تھیں۔ میں نے ابتدا
میں جس دور عروج و کمال کی طرف اشارہ کیا ہے۔ وہی
دور جس میں قیصر و کسریٰ کے تاج و تخت مسلمانوں کے
پاؤں تلے روندے جا رہے تھے۔ جس میں قیصر و کسریٰ
کے بے بہا خزانے اور لعل و جواہر کے ڈھیر مسلمان آپس
میں مال غنیمت کے طور پر بانٹ لیا کرتے تھے۔ اسی
دور سعادت و برکت کے اسباب و عوامل در حقیقت
یہی چیزیں تھیں۔ اور یہی اخلاق تھے، جن کی برکت سے
مسلمان ہر معرکہ کارزار میں غالب و کامیاب رہتے اور
دشمنوں کو زیر ہونا پڑتا۔ اگر اس دعویٰ کے اثبات کے
لئے تاریخی شواہد پیش کرتے ہوئے میں اجمال سے
کام لوں پھر بھی یہ مقالہ کافی طویل ہو جائے گا۔ لیکن

ان کے نظریے کا اندازہ اس واقعہ سے ہو سکتا ہے کہ ایک دفعہ ایک عورت نے آکر آپ سے پوچھا ما بقاءنا علیٰ هذا الامر الصالح الذی جاء الله به بعد الجاهلیة۔ ہماری یہ اچھی حالت جو جاہلیت کے بعد اللہ تعالیٰ نے ہمیں نصیب کی ہے کب تک باقی رہے گی۔ آپ نے فرمایا :-

بقاءکم علیہ ما استقامت
بہ ائمتکم
جب تک تمہارے ائمہ یعنی
امراء مستقیم رہیں گے یہ حالت
باقی رہے گی۔

اس عورت نے کہا :-

وایما الائمة
کون سے امیر
فرمایا :-

اما کان لقومک رؤساء
واشراف یا مردنہم
کیا تیری قوم کے رئیس اور
شریف ایسے نہیں کہ وہ قوم
فیطیعونہم
کو حکم دیتے ہیں اور قوم
ان کی اطاعت کرتی ہے۔

اس نے کہا کہ ہاں۔ ایسے رئیس ہیں۔ تو آپ نے فرمایا فہم مثل اولیک علی الناس۔ یعنی وہ امراء مسلمین بھی ان رؤساء کی طرح لوگوں کو حکم دینے والے ہوتے ہیں۔ (ازالۃ الخفاء ج ۲ بحوالہ دارمی) وہ عامل کے تقرر میں کسی قسم کی رورعایت پسند نہ کرتے تھے۔ اور یہی وجہ ہے کہ اس معاملہ میں رشتہ داری کا لحاظ و مروت نہیں کرتے تھے۔ چنانچہ یزید بن ابی سفیان کو جب شام کی طرف عامل مقرر کر کے بھیجا۔ تو انہیں نصیحت کی :-

یا یزید انک قوابلہ
خشیت ان توثرہم
اے یزید وہاں تیری قرابت
ہے۔ مجھے ڈر ہے کہ شاید
بالامارۃ و ذلک اکبر
ما اخاف علیک فان
دو۔ تمہاری نسبت مجھے بڑا

رعیت یعنی تمام باشندگان سلطنت کے بارے میں سوال ہوگا۔ مرد سے اپنے اہل و عیال کے بارے میں پوچھا جائے گا عورت سے اپنے گھر کے بارے میں پوچھا جائے گا۔ خادم سے اپنے مالک کے مال کے بارے میں پوچھا جائے گا۔ (ہر ایک اپنی اپنی حیثیت کے مطابق ذمہ دار ہے)

خليفة اول ابو بکر صدیق

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے بعد جب مسلمانوں کے اتفاق سے افضل البشر بعد الانبیاء حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ خلیفہ رسول اللہ اور امیر المؤمنین منتخب ہوئے۔ تو انہوں نے جو سب سے پہلا خطبہ دیا ہے اسی میں خلافت و امارت کی گراں قدر ذمہ داریوں کا تذکرہ فرمایا ہے۔ چنانچہ قیس بن ابی حازم کی روایت ہے کہ ابو بکر صدیق نے منبر پر چڑھ کر فرمایا :-

ایہا الناس لوددت ان
هذا کفانیہ غیر ی ولئ
احذتونی سنة نبیکم ما
اطیقہا ان کان لمعصوما
من الشیطان وان کان
لیتول علیہ الوحی من
السماء
(مسند احمد بن حنبل ج ۱ ص ۱۸)
اے لوگو! میری خواہش یہ
تھی کہ اس خلافت کے بوجھ
کو میرے سوا کوئی دوسرا
شخص اٹھاتا۔ اور اگر تم مجھ
سے اپنے پیغمبر کی سنت کا
اتباع چاہو گے۔ تو میں
اس کا تحمل نہ ہو سکوں گا۔
کیونکہ وہ شیطان سے محفوظ
و مامون تھے اور ان پر آسمان سے وحی نازل ہوتی
تھی۔

ایک دوسری روایت ہے کہ آپ نے فرمایا کہ اگر میں شریعت کے موافق حکم دوں تو تم میری بات مان لیا کرو اور میری فرمانبرداری کرو۔ اور اگر مجھ سے کوئی غلط کام صادر ہو۔ فقو مونی تو تم مجھے سیدھا کرو خلافت راشدہ کی ذمہ داریوں کے بارے میں

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ^{خوف} نہیں ہے کیونکہ رسول اللہ
قال من ولی من امر المسلمین صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا
شیئاً فامرو علیہم احداً ہے کہ جو شخص مسلمانوں کا
محاباة فعلیہ لعنة اللہ والی ہو۔ اور وہ مرت
(مسند احمد ج ۸ ص ۷۸) رعایت ان پر امراء مقرر
کرے تو اس پر اللہ کی لعنت ہوگی۔

اور ان کو یہ بھی فرمایا تھا کہ میں نے آپ کو اس لئے
وہاں کا عامل مقرر کیا ہے۔ کہ آپ کو آزمائوں۔
فان احسنت رد ذلتک اگر تو نے اچھا کام کیا تو تجھ کو
الی عملک و زد ذلتک وان دوبارہ عامل کر دوں گا اور
اسأت عز ذلتک۔ کچھ بڑھا بھی دوں گا اور اگر
اچھا کام نہ کیا تو تجھ کو معزول کر دوں گا۔

اسی طرح حضرت عمرو بن العاص کو فلسطین کی طرف
بھیجے ہوئے آپ نے ارشاد فرمایا :-

ولا تأخذک نخسة شیطان کہیں آپ کو اس
الشیطان فتقول انما پر آمادہ نہ کرے کہ یہ کہتے
والآفی ابوبکر لانی خیرم لگو کہ مجھے ابوبکر نے اس لئے
وایاک وخذائع النفس والی مقرر کیا کہ میں ان سب
وشاورهم فیما ترید مسلمانوں سے اچھا ہوں۔
من امرک۔ نفس کے مکہ و فریب سے

(ادارۃ الاسلام ص ۸۸) اپنے آپ کو بچائے رکھ۔
اور جو کوئی معاملہ ہو ان مسلمانوں سے مشورہ کر لیا کرو۔
حضرت ابوبکرؓ نے فرائض خلافت کی مصروفیت
کی بناء پر بیت المال سے وظیفہ لیا۔ تو اس کے ساتھ یہ
تصریح کر دی۔ کہ اس کے بعد اس کی تجارت کی آمدنی
بیت المال میں منتقل ہو جائے گی۔

فسیاکل ال ابی بکر من اب آل ابوبکر اس مال
هذا المال ویختر من سے اپنا گزارہ لے گی اور
المسہ لمین مسلمانوں کے لئے پیشہ کرے گی

لیکن طبری کی روایت ہے۔ کہ آپ نے انتقال کے
وقت وظیفہ کی رقم بھی واپس کر دی۔ مال غنیمت میں
ان کو ایک اونٹ ملا تھا جس پر پانی لایا جاتا تھا اور ایک
حبشی لونڈی ملی تھی۔ جس نے آپ کے ایک صاحبزادے
کو دودھ پلایا تھا۔ وفات کے وقت آپ کو ان کا اپنے
پاس رکھنا بھی ناگوار معلوم ہوا۔ اور اپنے بعد مقرر ہونے
والے خلیفہ کے حوالہ کر دئے۔ راوی کے الفاظ ہیں :-
و فارق الدنيا تقياً نقياً علی منہاج صاحبہ
(ازالۃ الخفاء ص ۳۳ بحوالہ دارمی)

حضرت ابوبکرؓ کو بچے دیکھتے تو دوڑ کر کہتے "اے
باپ، وہ محبت سے ان کے سر پر ہاتھ پھیرتے۔ چھو کر پل
کہتیں کہ آپ ہماری بکریوں کا دودھ کیوں نہیں دیتے
تو وہ دودھ دودھ دیتے۔ اور کہتے کہ اگر ضرورت ہو تو چرا
بھی لاؤں۔ "مدینہ" کے کسی گوشہ میں ایک بڑھیا
رہتی تھی۔ وہ رات کو جاتے اور اس کی ضروریات انجام
دے آتے۔ جاڑے کے دن میں چادریں خرید کر مدینہ کی
بیواؤں میں تقسیم فرماتے۔ (اسوہ صحابہ بحوالہ کنز العمال
و اسد الغابہ و الریاض النفرہ)

خلیفہ ثانی حضرت عمر فاروقؓ

اپنے بعد حضرت عمر فاروقؓ کو خلیفہ مقرر فرمایا۔ اور یہ آپ
کی نہایت اعلیٰ درجہ کی فراست تھی کہ مسلمانوں کے لئے
ایک ایسے امیر کو پسند کیا۔ جو ہر حیثیت سے اس بارخدا
کے اٹھانے کے اہل تھے اور انہوں نے اس خوش اسلوبی
سیاست دانی سے اس کام کو سر انجام دیا۔ کہ آج تک
ساری دنیا انگشت بندہاں ہے۔ حضرت عبداللہ بن مسعودؓ
فرمایا کرتے تھے

افرس الناس ابوبکر یعنی تمام لوگوں میں زیادہ
حین تفرس فی عصر صاحب فراست ابوبکر صدیق

صحبت بھی کی تو تو نے مجھے دیکھا۔ کہ میں نے حضور کے طریقہ کی پیروی کی ہے۔ اللہ کی قسم میں ایسا نہیں سویا کہ میں نے خواب دیکھا ہو اور نہ میں نے وہم و تخیل سے کام لیا۔ کہ مجھے سہو ہو گیا ہو۔ امید ہے کہ میں صحیح راستے سے بھٹکا نہیں۔

پھر فرمایا :-

واعلم انہم لن یزالو
منك خائفین ماخفت
اللہ - لك مستقیمین
ما استقامت طریقك
هذه وصیتی، واقراء
علیک السلام -
(ازالۃ الخفاء ج ۲ ص ۳)

تو جان لے۔ کہ جب تک تو
اللہ سے ڈرتا رہے گا لوگ
تجھ سے بھی خوف کرتے
ہوں گے۔ اور جب تک
تیرا طریقہ ٹھیک ہوگا لوگ
بھی سیدھے ہوں گے یہ
میری وصیت ہے اور تجھ کو
سلام دیتا ہوں۔

فاستخلفہ - | تجھے جنہوں نے اپنی فراست
سے حضرت عمرؓ کو پند کر کے خلیفہ بنایا۔

حضرت عمرؓ کی شدت اور تند خوئی کی وجہ سے عام
لوگوں کے دل میں کچھ خوف و ہراس تھا چنانچہ بعض نے
حضرت صدیقؓ سے اس کا اظہار بھی کیا۔ تو آپ نے
فرمایا :-

ابر بنی تخوفونی اقول
اللہم استخلفت علیہم
خیر خلقك
(ابن ابی شیبہ)

کیا تم اللہ تعالیٰ سے مجھ کو
ڈراتے ہو۔ میں اللہ کی
جناب میں یہ عرض کروں گا
کہ اے اللہ! میں نے ان
لوگوں پر اس کو خلیفہ مقرر کیا تھا۔ جو تیری مخلوق میں سب
سے بہتر تھا۔

پھر اس کے بعد آپ نے حضرت عمرؓ کو بلا کر نصیحتیں
کیں اور فرمایا :-

یا ابن الخطاب انی امنا
استخلفناک نظر الما
خلفت ورائی وقد صحبت
رسول اللہ صلی اللہ علیہ
وسلم فرأیت من اثر تل
انفسنا علی نفسہ واهلنا
علی اہلہ حتی ان کنا
لننظر نہدی الی اہلہ
من فضول ما یا تینا عنہ
وقد صحبتنی فرأیتنی
امنا اتبعنا سبیل من قبل
واللہ ما نمت فحالت ولا
توہمت فسہوت، لعلی
السبیل ما زعنت۔

اے ابن الخطاب - میں نے
اپنے بعد کے لوگوں کے فوائد
کا خیال رکھ کر آپ کو خلیفہ
مقرر کیا۔ آپ نے رسول اللہ
صلی اللہ علیہ وسلم کی صحبت
کا شرف حاصل کیا ہے آپ
نے دیکھا ہے کہ حضور اپنے
آپ پر ہم کو اور اپنے اہل
پر ہمارے اہل کو ترجیح دیا
کرتے تھے۔ (یعنی ہمارا
زیادہ خیال رکھتے تھے)
یہاں تک کہ حضور جو کچھ
ہمیں عطا فرماتے اس سے
بچا کر ہم ان کے اہل کو
بدلہ بھجوتے۔ اور آپ میری

حضرت عمر فاروقؓ نے فرمایا اے خلیفہ رسول اللہ
یہ بوجھ مجھ سے دُور رکھئے۔ مجھے خلافت کی کوئی حاجت
و ضرورت نہیں۔

صدیقؓ نے فرمایا کہ اگرچہ تجھے اس کی حاجت
نہیں مگر اس کو تیری حاجت ہے۔ (ازالۃ الخفاء)
چنانچہ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ خلیفہ ثانی اور
امیر المؤمنین مقرر ہوئے۔ لوگوں کے دلوں میں ان کی
شدت کی وجہ سے خوف و ہراس طاری تھا۔ آپ کو جب
اس کی خبر پہنچی۔ لوگوں کو جمع کر کے آپ منبر پر کھڑے
ہو گئے۔ اور ایک فصیح و بلیغ خطبہ دیا۔ جو بہت طویل ہے
اس کے چند جملے سنئے۔ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم اور
حضرت صدیقؓ رض کے زمانہ میں اپنی شدت کا اقرار
کر کے فرمایا۔ کہ ان دونوں کی انتہائی نرمی کے ساتھ
میری اس شدت کا غلط ضروری تھا۔ پھر فرمایا

ثقل دلیت امور کما اے لوگو! پھر میں تمہارا ولی

پاگئے۔ اور جس عامل کے متعلق شکایت پہنچی۔ اس کے متعلق مناسب اور ضروری کارروائی کی۔ اور زمری کے مواقع میں اس قدر نرم ثابت ہوئے۔ کہ حضرت عبدالرحمن بن عوف رضی اللہ عنہ نے ان کو زمری کے بارے میں کہا تو فرمایا:-

انی لا اجد لہم الا ذلک انہم لو یعلمون ما لہم عندی لاخذوا ثوبی من عاتقی۔
(ادارہ الاسلام)
میں تو مسلمانوں کے لئے نرم ہی ہوں۔ اگر ان کو اس نرمی کا پتہ لگ جائے جو ان کے بارے میں میرے ہاں ہے تو وہ میرے کپڑے کو گردن سے کھینچ لیں گے۔

چنانچہ ایک دفعہ مسجد سے آ رہے تھے۔ راہ میں ایک صحابیہ سے ملاقات ہو گئی۔ اور انہوں نے ان کو سلام کیا بولیں۔ اے عمر! میں نے تمہارا وہ زمانہ دیکھا ہے۔ جب تم کو لوگ عکاظ میں عمر کہتے تھے۔ اور اب تو تمہارا لقب امیر المومنین ہے۔

فاتق الله فی الرعیۃ واعلم انه من خاف الوعیۃ قرب علیہ البعید ومن خاف الموت خشی الفوت۔
رعیت کے بارے میں اللہ سے ڈرو۔ اور یقین کرو کہ جو شخص عذاب خداوندی سے ڈرے گا۔ اس پر بعید قریب الموت خشی الفوت ہو جائے گا۔ اور جو موت سے ڈرے گا اس کو فوت ہو جانے کا خطرہ لگا رہے گا۔

”جارد“ جو ساتھ تھے انہوں نے کہا اے بی بی! تم نے تو امیر المومنین کو بہت کچھ کہہ ڈالا۔ لیکن حضرت عمرؓ نے فرمایا

دعہا اما لعرنہا ہذہ خولۃ بنت حکیم اللہ
جانے دو۔ تو پہچانتا نہیں یہ تو وہ خولہ بنت حکیم ہے۔

لہ قرآن مجید کی یہ آیت تتد سمع اللہ قول الی تجاذلک الخ الایۃ انہی کے بارے میں نازل ہوئی تھی (باقی پر ملا کے پیچے)

ایہا الناس واعلموا ان تلك الشدة قد اضعفت ولكنها انما تكون علی اهل الظلم والتعدی علی المسلمین واما اهل السلامة والذین والفضل فانما الین لہم من بعض لبعض ولست اجد احد ایظلم احدا ویعدی علیہ حتی اضع حدہ الارض واضع قدمی علی الحد الآخر حتی یدعن بالحق۔
بنا۔ تم جان لو۔ کہ میری وہ شدت اور بھی بڑھ گئی ہے لیکن وہ شدت ان پر ہوگی جو مسلمانوں پر ظلم و تعدی کریں۔ اور جو امن و سلامتی سے رہنے والے دیندار اور اہل فضل ہیں۔ ان کے لئے میں نہایت ہی نرم ہوں گا۔ جو کوئی شخص کسی دوسرے پر ظلم کرے اس کا حق دباے۔ میں اس کے ایک گال کو زمین پر رکھ کر دوسرے کو اپنے پاؤں کے نیچے ایسا دبا دوں گا۔ کہ وہ حق ماننے پر تیار ہو جائے اور ظلم سے باز رہے۔

(ازالۃ الخفاء ص ۱۷)
آگے خراج اور نفی کے حقوق ذکر کرنے کے بعد فرماتے ہیں:-

والکفر علی ان لا القیامک المہالک و اخا غبتم فی البعوت فاذا ابوالعیال حتی ترجعوا الیہم۔
تمہاری طرف سے مجھ پر یہ ذمہ داری ہے۔ کہ میں ہلاکت میں آپ کو نہ ڈالوں گا۔ اور جب تم غزوات میں باہر جا کر گھروں سے غائب ہو گے۔ تو میں تمہاری آل و عیال کا باپ بن کر ان کی خبر گیری کروں گا۔ یہاں تک کہ تم واپس آ جاؤ۔

شدت و نرمی

اور واقعی حضرت عمر فاروقؓ نے شدت کے مواضع میں وہ شدت کی جس کی انتہا نہیں تھی کہ اپنے صاحبزادے ابوشعمہ کو بھی کوڑے لگائے جس سے وہ وقتاً

قولہا من فوق سبع سموات | اس کی بات اللہ تعالیٰ نے
فحصہا واللہ احق ان | سات آسمان کے اوپر
لیسمع لہا - | سن لی تھی - واللہ پھر
(ازالۃ الحفاء ج ۲ ص ۵۸) | عمر کو تو اور بھی زیادہ سننا
چاہئے -

حضرت عمرؓ فرمایا کرتے تھے :-

لا یصلح ہذا الامر الا | خلافت کا یہ کام اس وقت
بشدۃ فی غیر تجبر و | تک صحیح طور سے نہیں
لین فی غیر وہن | تم نہیں سکتا جب تک ایسی
سختی نہ کی جائے جو ظلم کی حد تک نہ پہنچے - اور ایسی نرمی
نہ اختیار کی جائے جو کمزوری پر مبنی نہ ہو -

رعایا پروری

آپ نے عملی طور سے ثابت کیا کہ مسلمانوں کا امیر
”ابوالعیال“ ہوتا ہے۔ جن عورتوں کے شوہر سفر میں ہوتے
ان کے گھر خود تشریف لے جاتے۔ دروازے پر کھڑے ہو کر
سلام کہتے۔ اور فرماتے تمہیں کوئی ضرورت ہے؟ تمہیں
کسی نے ستایا تو نہیں؟ اگر تمہیں سودا خریدنے کی ضرورت
ہے۔ تو کہو میں خرید دوں گا۔ مجھے خوف ہے بیع و شرا
میں تم دھوکہ نہ کھا جاؤ۔ وہ اپنی لونڈیاں ساتھ کر دیتیں
بازار میں جاتے۔ تو ان لونڈیوں غلاموں کا انہو ساتھ
ہوتا۔ ان کا سودا سلف خریدتے۔ جن کے پاس دام نہ
ہوتے خود اپنی گرہ سے دیدیتے۔ (اشترى لہا من عندی)
مجاہدین اسلام کے خطوط آتے تو خود ان کی بی بیوں کے
پاس لے کر جاتے اور فرماتے کہ اگر کوئی پڑھنے والا نہ ہو تو
دروازے کے قریب آ جاؤ۔ میں پڑھ دوں۔ قاصد

بقیہ حاشیہ از ص ۱۳

یہ حضرت اوس بن ہمامت کی بی بی نہیں حضرت عمرؓ اسی
آیت کی طرف اشارہ فرما رہے ہیں -

فلاں دان جلے گا۔ جواب لکھو اور کھو کہ بھیج دوں۔ پھر
خود ہی کا غد دوات لے کر جاتے۔ جن عورتوں کے خطوط
تیار ہوتے ان کو لے لیتے۔ ورنہ فرماتے کہ دروازے کے
پاس آ جاؤ میں خود لکھ دوں۔ سفر میں ہوتے تو اپنے اوٹ
پرستو، کھجور، مشک اور پیالے ساتھ رکھتے۔ جو لوگ
کسی ضرورت سے پاس آتے تو ان سے کہتے کہ لکھ لو۔
جب لوگ کوچ کر چکے۔ تو منزل کی دیکھ بھال فرماتے۔
اگر کوئی چیز گری ہوئی تو اٹھا لیتے۔ اگر کوئی شخص
لنگڑا لولا ہوتا یا اس کا اونٹ بیمار ہوتا تو اس کے لئے
کرایہ کا اونٹ کر دیتے۔ قافلہ روانہ ہوتا۔ تو پیچھے پیچھے
چلتے۔ کوئی چیز گر پڑی تو اٹھا لیتے۔ لوگ منزل پر اترتے
تو کم شدہ چیزوں کی تلاش میں امیر المؤمنینؓ کے پاس
آتے۔ (اسوہ صحابہ بحوالہ الریاض النفرہ۔ وازالہ الحفاء،
ج ۲ ص ۶۲)

عام الرماد

جب مدینہ منورہ میں شدید قحط پڑا۔ تو حضرت
فاروق اعظمؓ نے مختلف تدبیروں سے اس مشکل کو حل
کرنے کی کوشش کیں۔ جو کچھ بیت المال میں موجود تھا
سب فقراء و مساکین پر تقسیم کیا۔ اور جو لوگ احتکار پیشہ
تھے ان کو نہایت شدت اور سختی کے ساتھ احتکار سے
باز رکھا۔ اور مفتوحہ ممالک کے امراء و عاملین کے نام
حکم ارسال فرمایا کہ ہر ایک اپنے اپنے علاقہ سے غلہ مدینہ
منورہ روانہ کرے۔ چنانچہ حضرت ابو عبیدہؓ نے شام
سے چار ہزار اونٹ، بھیجے۔ اور عمرو بن العاصؓ نے مصر سے
دریا کے راستے سو کشتیاں غلہ سے بھر کر بھیج دیں۔ اور
تھوڑے ہی دنوں میں مدینہ منورہ کی حالت سدھ گئی
آپ نے اس زمانہ قحط میں اپنے اوپر یہ لازم کیا تھا کہ
جب تک یہ گرانی موجود ہوگی۔ گھی اور گوشت نہ کھاؤں گا

تھے :-

لومات جدی بطف
الفرات لحنشیت ان
یطالب اللہ بہ عمر -

کہ اللہ تعالیٰ اس کا بھی عمر سے مطالبہ کرے گا۔

جب آپ کو خبر پہنچی کہ فلاں عامل مرضیوں کی بیمار پرسی نہیں کرتا۔ ضعیف اس کے پاس جانہیں سکتا۔ تو اس کو معزول کر دیتے۔ (ازالۃ الخفاء)

حضرت ابن عمرؓ کی روایت ہے کہ جب حضرت عمرؓ شام کے سفر سے واپس ہو گئے۔ تو انہوں نے چاہا کہ رعایا کی حالت معلوم کریں۔ کہ ان پر کیا گزری ہے۔ اور اس غرض کے لئے لوگوں سے علیحدہ ہو گئے۔ آپؓ نے دیکھا کہ ایک بوڑھی عورت خیمہ کے اندر بیٹھی ہے۔ آپؓ نے اس سے حالات پوچھے۔ وہ کہنے لگی۔ وہ عمر کہاں گیا ہے۔

انہوں نے فرمایا۔ کہ وہ تو شام سے ابھی ابھی واپس ہو آیا ہے۔ اس نے کہا لا جزاۃ اللہ عنی خیرا خدا تعالیٰ اس کو میری طرف سے نیک جزا نہ دے۔ فرمایا و یحک یہ کیوں؟ اس نے کہا۔ کہ خدا کی قسم جب وہ امیر ہوا ہے اس نے مجھے کچھ بھی نہیں دیا۔ آج تک اس کی طرف سے مجھے ایک روپیہ بھی نہ ملا۔ فرمایا کہ عمر کو تیری حالت کا کیا پتہ لگ سکتا ہے جبکہ تو ایک ایسی جگہ میں ہے۔ اس نے کہا :-

سبحان اللہ ما ظننت
ان احد ابلی علی الناس
ولا یدسری ما بین مشرقھا
ومغربھا۔

مغرب تک کے رعایا کے حالات کا پتہ نہ ہو گا۔

یہ سن کر حضرت عمرؓ رو پڑے۔ اور فرمایا افسوس

افسوس۔ اسے عمر تجھ سے ہر کوئی زیادہ سمجھا رہے پھر

اور نہ دودھ پیوں گا۔ (ازالۃ الخفاء)

مدینہ میں ایک عام لنگر خانہ قائم کیا تھا۔ وہاں جاتے تھے اور مسلمانوں کو خود اپنے ہاتھ سے کھانا کھلاتے تھے۔

ایک قاصد دربار میں حاضر ہوا۔ تو دیکھا کہ امیر المؤمنین ہاتھ میں عصا لے کر مسلمانوں کو خود کھانا کھلا رہے ہیں عشاء کے بعد پھر پھر کے مسجد میں شخص کا چہرہ دیکھتے اور اس سے پوچھتے کہ کھانا کھایا ہے یا نہیں۔ اگر کوئی شخص بھوکا ہوتا تو اس کو لے جا کر کھانا کھلاتے۔ (اسوہ صحابہ ج ۲)

رعایا کی خبر گیری کا آپؐ نہایت خیال فرماتے تھے۔ تاکہ تمام ملک میں کہیں بھی کسی کی حق تلفی نہ ہو جائے۔ عامل ہے جو قاصد آتے۔ ان سے رعایا کا حال پوچھتے چنانچہ تاریخ کی کتابوں میں لکھا ہوا ہے :-

کان اذا قدم وند علی
عمر سألهم عن حالهم
واشعارهم وعن یمرت
من اهل البلاد وعن امیرهم
هل یدخل الیہ الضعیف
دھل یعود المریض فان
قالوا نعم خدا اللہ تعالیٰ
وان قالوا لا کتب الیہ
اقبل۔

(ادارۃ الاسلام)

وہ بیمار پرسی کرتا ہے۔ اگر وہ کہتے کہ ہاں تو اللہ تعالیٰ کا شکر یہ ادا کرتے اور اگر وہ کہتے۔ کہ نہیں تو اس کو لکھ بھیجتے۔ کہ یہاں آ جاؤ۔

ایک دفعہ حضرت ابو موسیٰ اشعریؓ کے ہاں سے ایک آدمی آیا۔ تو اس سے رعایا کے حالات پوچھے۔

(موطاء امام مالکؒ)

مجاہدؒ روایت کرتے ہیں کہ حضرت عمرؓ فرمایا کرتے

ایشار

آپ ایسے برگزیدہ اور خدا کے نیک بندے تھے دوسروں کو پہلے کھلاتے پہناتے اور کچھ بچ رہتا پھر خود کھانے اور اپنے رشتہ داروں کو کھلاتے۔ دوسروں کے حقوق کو ہمیشہ مقدم رکھا۔ ایک بار حضرت عمرؓ نے مدینہ منورہ کی عورتوں میں چادریں تقسیم کی۔ ایک عمدہ چادر رہ گئی۔ تو کسی نے کہا۔ کہ اپنی بی بی ام کلثوم کو دیجئے۔ بولے ”ام سلیط“ اس کی زیادہ مستحق ہیں کیونکہ وہ غزوہ احد میں مشک بھر بھر کے پانی لاتی تھیں اور ہم کو پلاتی تھیں۔ (بخاری کتاب الجہاد و)

انہوں نے اپنے عہد خلافت میں ازواج مطہرات کی تعداد کے لحاظ سے نو پیالے تیار کرائے تھے۔ اور جب کوئی چیز آتی تو ان میں بھر کر ازواج مطہرات رضی کی خدمت میں بھیجتے۔ لیکن سب سے آخری پیالہ اپنی لڑکی حضرت حفصہؓ کے پاس بھجواتے تاکہ جو کمی ہو وہ ان کے حصہ میں آئے۔ (موطا امام مالک)

ایک دفعہ حضرت فاروقؓ نے اسامہ بن زیدؓ کو اپنے صاحبزادے حضرت عبداللہ بن عمرؓ سے زیادہ حصہ مال غنیمت میں سے دیدیا۔ لوگوں کے کہنے سے ابن عمرؓ نے جا کر کہا کہ آپ نے ایسے شخص کو مجھ سے بڑھایا جو کسی بات میں مجھ سے زیادہ نہیں۔ اس کو آپ نے دو ہزار اور مجھ کو ڈیڑھ ہزار۔ فرمایا۔ یہ میں نے اس لئے کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو آپ کے باپ عمرؓ سے زیدؓ زیادہ محبوب تھا۔ اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے زیادہ اسامہ محبوب تھا۔ (ازالۃ الخفاء ج ۲ ص ۵۸) حضرت عمرؓ نے اپنی حیثیت کسی جابر و خود مختار بادشاہ کی نہیں رکھی۔ بلکہ وہ گویا مسلمانوں کے ایک مزدور تھے۔ اس لئے بیت المال سے صرف اسی قدر

اس بڑھیا کو مخاطب کر کے فرمایا۔ کہ مجھے عمر پر رحم آتا ہے اس کا آگ میں جلا مجھ سے برداشت نہیں ہو سکتا۔ اس نے تجھ پر جو کچھ ظلم کیا ہے کس قیمت پر آپ اس کو مجھ پر فروخت کر سکتی ہو۔ اس نے کہا۔ مجھ سے مذاق نہ کرو۔ فرمایا واللہ یہ مذاق نہیں۔ سچ کہہ رہا ہوں۔ آخر کار چیس دینار دے کر اس کو راضی کیا۔ اتنے میں حضرت علی کرم اللہ وجہہ اور حضرت ابن مسعودؓ تشریف لائے۔ اور کہا السلام علیکم یا امیر المؤمنین! یہ بھیانک یہ سن کر ہاتھ سر پر دے مارا اور کہا افسوس میں نے امیر المؤمنین کو سامنے ہی بڑا بھلا کہا حضرت عمرؓ نے فرمایا کچھ باک نہیں۔ پھر حضرت عمرؓ نے چہرے کا ایک ٹکڑا اطلب کیا کہ اس پر یہ معاملہ لکھے۔ مگر نہ ملا۔ تو آپ نے اپنی پوستین سے ایک ٹکڑا اکاٹ دیا اور یہ لکھا:-

بسم الله الرحمن الرحيم	بسم الله الرحمن الرحيم
هذا ما اشتري عمر من	شروع ولایت عمرؓ سے لیکر
فلانة ظلامتها منذ ولي	آج کے دن تک اس
الي يومنا هذا المجنسة	بڑھیا کی خبر گیری نہ کرنے
وعشرين دينارا فاما	کے ظلم کو عمرؓ نے پچیس دینار
تدعى عند وقوفى فى	کے عوض خریدایا اس کا
المحشر بين يدى الله	سجنا م ہے۔ اگر میدان
عنز وجل فحسب منه برئى	محشر میں اللہ تعالیٰ کے
شهد على ذلك على بن	سامنے وہ بڑھیا دعوائے
ابى طالب وعبد الله	کرے تو عمرؓ اس سے بری
بن مسعود	ہوگا۔ علی بن ابی طالب اور

ابن مسعود اس کے گواہ ہیں۔

پھر آپ نے وہ لکھا ہوا ٹکڑہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کو دے کر فرمایا۔ کہ اگر میں تجھ سے پہلے انتقال کر جاؤں تو اس کو میرے کفن میں رکھ دینا۔ (ازالۃ الخفاء ج ۲ ص ۵۸)

لیتے تھے۔ جبنا کہ ایک مزدور کو لینا چاہیے۔

ونزل نفسه بمنزلة

الاجير وكاحاد المسلمين
فی بیت المال۔

(اسد الغابہ - اسوۂ صحیبت)
انہوں نے اپنے آپ کو ایک اجیر سمجھا اور بیت المال سے اس قدر لیا جس قدر مسلمانوں کے عام افراد کا حق تھا۔

چنانچہ ایک دفعہ بیمار ہوئے۔ دوا کے لئے بیت المال میں سے شہد لینے کی ضرورت ہوئی۔ تو ممبر پر چڑھ کر سب مسلمانوں سے اجازت چاہی۔ عین زمانہ خلافت میں ان کے سامنے کھجوریں رکھ دی جاتی تھیں۔ اور وہ سڑی گلی کھجوریں تک اٹھا کر کھا جاتے تھے۔ (موطا امام مالک)

لباس اس قدر سادہ تھا کہ حضرت انس بن مالک کا بیان ہے کہ میں نے زمانہ خلافت میں دیکھا کہ ان کے کرتے کے مونڈے پر تہہ برتہ پیوند لگے ہوئے ہیں (موطا امام مالک)

عمال کی خبر گیری

جس طرح آپ نے خود اپنے آپ کو عیش و تنعم سے محفوظ رکھا۔ اور بیت المال کے ایک حصہ کو بھی انتہائی ضرورت کے بغیر خرچ نہیں کیا۔ اسی طرح آپ کے عاملین، امراء، لشکر بھی آپ کے حکم سے ایسا کرنے پر مجبور تھے۔ چنانچہ ابو عثمان کی روایت ہے۔ کہ ہم آذر بایجان میں تھے۔ کہ ہمارے پاس حضرت فاروق رحمہ کا خط پہنچا۔ حضرت عتبہ بن فرقہ کو لکھا تھا :-

يا عتبة بن فرقہ اياكم
واللنعم وزى اهل
الشرك ولبوس الحرير
فان رسول الله صلى الله عليه وسلم

نهانا عن لبس الحرير۔

{امند احمد بن حنبل ج ۱ ص ۱۹
{روسم شریف ج ۲ ص ۱۹}

علیہ وسلم نے ہم کو ریشم کے استعمال سے منع فرمایا ہے

آپ جب کسی کو عامل مقرر کرتے۔ تو انصار اور دیگر صحابہ کرام کو گواہ کر کے ان کے سامنے اس سے وعدہ لیتے کہ :-

الا يركب برذونا ولا يلبس
ثوباً سرقياً ولا يأكل
نقياً ولا يخلع بابا دون
حوائج الناس ولا يتخذ
حاجباً۔
(ازالۃ الخفاء ج ۲ ص ۱۹)

اور جب عیاض بن غنم عامل کے بارے میں شکایت ہوئی۔ کہ وہ اس وعدے پر قائم نہیں تو تحقیق حال کے بعد ان کو عملی تنبیہ کی۔

حضرت سدر بنہ نے جب کوفہ میں ایک محل تعمیر کرایا۔ اور حضرت عمر کو معلوم ہوا۔ کہ اس کی وجہ سے ان تنک فریادیوں کی آواز نہیں پہنچ سکتی۔ تو محمد بن مسلمہ کو بھیج کر اس میں آگ لگوا دی۔ (امند احمد ج ۱ ص ۱۹)

ایک دفعہ حضرت عتبہ بن فرقہ نے ان کے پاس کھانے کی کوئی عمدہ چیز دینے بھیجی تو انہوں نے پوچھا کہ کل مسلمان یہی کھاتے ہیں۔ بولے نہیں۔ اسی وقت ان کو لکھا کہ
انه ليس من كذا
ولا من كذا ابداً فاشبع
المسلمين في رحالهم
مما تشبع منه في
رحلك۔
(مسلم شریف کتاب الزینۃ)

یہ تمہاری یا تمہارے باپ کی کمائی نہیں جو خود کھا ہے ہو۔ وہی تمام مسلمانوں کو بھی کھلایا کر د۔

حضرت حذیفہ بن الیمان کو مدائن کا عامل مقرر کر کے بھیجا تو قرآن میں یہ الفاظ تھے :-

اسمعوا له واطيعوا و | ان کی سنو اور مانو اور جو
اعطو ما سألکم | مانگے وہ دیا کرو۔

جب مدائن آ کر انہوں نے آپ کا فرمان پڑھا تو لوگوں نے کہا

سل ما شئت | مانگ لے جو کچھ چاہتے ہو
انہوں نے فرمایا :-

اسألکم طعاما آكله | صرف اپنا کھانا اور اپنے
وعلف حماری مادمت | گدھے کے لئے چارہ چاہتا
فيکم | ہوں جب تک کہ تم میں
رہوں۔

حضرت عمرؓ نے حضرت موسیٰ اشعریؓ رض کو ایک خط لکھا۔ جس میں فرماتے ہیں :-

وعد مريضی المسلمین | مسلمان مریضوں کی بیمار
واشهد جنازہم | پُرسی کیا کرو۔ ان کے
وافقم لهم بابک و | جنازوں میں حاضر ہوتے
باشرحم امورهم | رہو۔ اور ان کے لئے اپنا
بنفسک فانها انت | دروازہ کھلا رکھو۔ اور ان
رجل منهم غیر ان | کے سب کا روبرو اپنے
الله جعلک اقلهم | ہاتھوں سے انجام دیتے رہو
وقد بلغنی انه فسالک | کیونکہ تو بھی ان کی طرح
ولاھل بیتک ہیئۃ | ایک آدمی ہے۔ البتہ
فی لباسک و مطعمک | اللہ تعالیٰ نے ان کی نسبت
ومرکبک لیس للمسلمین | آپ کا بوجہ بوجہ امارت
مثلمها فایاک یا عبد الله | کے زیادہ بھاری کر دیا ہے
ان تکون بمنزلة البھیمة | مجھے خبر ملی ہے۔ کہ تو نے
مرت بولاً وخصیب فلم | اور تیرے گھروالوں نے
یکن لها هم الا السمن و | پہننے۔ کھانے اور سواری

انہا احتفہا فی السمن | کی شان ایسی بنانی شروع کی
واعلم ان العامل اذا | ہے۔ جو عام مسلمانوں کو نصیب
زاع زاعنت مرعیتہ | نہیں۔ پس اے اللہ کے
واسقی الناس من | بندے اس سے بچارہ !
شقی الناس بہ | اس چوپائے کی طرح نہ بن
(ازالۃ الخفاء وغیرہ) | جو سرسبز و شاداب میدان

میں بیچ جائے۔ تو اس کو صرف اپنے موٹے ہونے کی فکر رہتی ہے حالانکہ اس موٹے ہونے میں اس کی ہلاکت ہے یہ جان لے ! کہ جب کسی علاقے کا حاکم غلط طریقے پر چلنے لگتا ہے تو رعیت بھی ضرور غلط طریقے پر چلنے لگتی ہے اور سب سے زیادہ بد بخت وہ ہے جس کی وجہ سے اور لوگ بھی بد بخت ہونے لگیں۔

یہ نہیں کہ حضرت عمرؓ رضی اللہ عنہ اور امراء کو یہ ہدایتیں فرماتے اور خود انہوں نے عمل نہیں کیا۔ بلکہ جو دوسروں کو فرمایا پہلے وہ خود کر کے دکھایا۔ چنانچہ ایک دن سخت لوہل رہی تھی۔ اور زمین پر انگارے بچھے ہوئے تھے عین دوپہر کا وقت تھا۔ حضرت عثمانؓ رضی اللہ عنہ نے دیکھا کہ ایک شخص دو اونٹوں کو لانگے ہوئے لے جا رہا ہے۔ تو کہنے لگے کہ یہ شخص اس گرمی میں اتنی مشقت کیوں برداشت کرتا ہے۔ تھوڑی دیر صبر کرنا جب اٹھ کھڑے ہو جائے تو پھر لے جاتا (روایت کرنے والا غلام کہتا ہے) کہ حضرت عثمانؓ رضی اللہ عنہ نے مجھے فرمایا کہ دیکھو یہ کون ہے۔ میں نے دیکھا تو کہا کہ ہذا امیر المؤمنین یہ تو حضرت عمر فاروق ہیں حضرت عثمانؓ رضی اللہ عنہ اٹھ کھڑے ہوئے اور دروازہ سے سر باہر نکالا تو بادِ سموم کے گرم جھونکے چل رہے تھے۔ پھر سر اندر کر لیا۔ جب حضرت عمرؓ قریب پہنچے۔ تو حضرت عثمانؓ رضی اللہ عنہ نے پوچھا۔ اس گرمی میں آپ کیوں باہر نکلتے ہیں۔ فرمایا۔

بکران من ابل الصدقة | صدقہ کے دو اونٹ پیچھے رہے

کیا۔ وہ لقمہ اٹھاتا تھا۔ تو پیلے کی تلچٹ تک سمیٹ لیتا تھا۔ فرمایا تم تو بہت ہی مفلس معلوم ہوتے ہو۔ بولاد توں سے نہ کھی دیکھا۔ نہ کوئی کھی کا کھانے والا نظر آیا۔ قحط کا زمانہ تھا۔ حضرت عمرؓ نے فرمایا :-

”جب تک بارش نہ ہوگی کھی نہ کھاؤں گا“

موطاء امام محمدؒ

اس کا مقصد یہ نہیں۔ کہ ان کے ہاں امتیازات بالکل ایسے مٹ گئے تھے۔ کہ فرق مراتب کا بھی لحاظ نہ تھا۔ حضور کا فرمان تھا انزلوا للناس علیٰ منازل لھم اور اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں اللہ افضل بعضکم علی بعض فی الرزق۔ مگر ان کے ہاں مراتب و منازل کا دار و مدار تقویٰ ہی پر تھا۔ اور ان اگر مکم عند اللہ اتقکم کی بناء پر زیادہ متقی زیادہ ممتاز ہوتا۔

غرض حضرت عمر فاروقؓ کے عدل و انصاف،

سیاست و جہان بینی، رعایا پروری، عامہ مومنین پر رحمت و شفقت، حفظ و صیانت بیت المال، زهد و ورع ترک لذات، تواضع و فروتنی، اللہ کی خشیت، محاسبہ نفس، قبول نصیحت شدت علی اعداء اللہ، وغیرہ وغیرہ کے واقعات کچھ اس قدر بے شمار ہیں کہ اگر ہم اسی ہر باب کے تحت میں چند جہتہ جہتہ واقعات بھی درج کرنا شروع کریں تو مقالہ اسی کے نذر ہو جائیگا اور پھر بھی وہ ختم نہیں ہوں گے۔

فوا عجبا منی احوال نعتہ

وقد فنیت فیہ القراطیس والصفی

ومن کثرة الاخبار عن مکر ماتہ

یسرلہ صنف و یأقی لہ صنف

حضرت امام شاہ ولی اللہ صاحب دہلویؒ نے ازالۃ الخفاء میں حضرت فاروق اعظمؓ کے آثار و مناقب بیان

کر کر کے فرمایا ہے :-

تخلفا قد مضی بابل الصدۃ
فاردت ان الحقھما بالحی
وخشیت ان یضیعافیسائی
اللہ عنھما

(ازالۃ الخفاء ج ۲ ص ۷)

مجھے یہ خوف ہوا۔ کہ کہیں یہ ضائع ہو جائیں گے۔ تو اللہ ان کے بارے میں مجھ سے بوجھیں گے۔

حضرت عثمانؓ نے فرمایا اے امیر المومنین۔ اگر سایہ میں بیٹھ جائیے۔ اور پانی پی لیجیے۔ فرمایا کہ تو اپنے سایہ کی طرف لوٹ میں نہیں آتا۔ اور چلے گئے۔ حضرت عثمانؓ نے فرمایا :-

من احب ان ینظر الی
القوی الامین فلینظر
الی هذا

جو شخص قوی امین کو دیکھنا چاہے۔ وہ اس کی زیارت کرے۔
ایک دن صدقہ کے اونٹوں پر تیل لگا رہے تھے۔ کسی شخص نے آکر کہا کہ کسی غلام کو کہتے وہ کر دیتا۔ فرمایا وائی عبد ا عبد منی مجھ سے بڑھ کر کون غلام ہو سکتا ہے۔ جو شخص مسلمانوں کا والی ہے وہی مسلمانوں کا غلام ہے۔ (اسوۃ صحابہ بحوالہ کنز العمال جلد ۳)

مساوات

ایک بار حضرت صفوان بن امیہؓ ایک بڑے پیالے میں کھانا لائے اور حضرت عمرؓ کے سامنے رکھ دیا انہوں نے فقیروں اور غلاموں کو بلایا۔ اور سب کو اپنے ساتھ کھانا کھلایا۔ اس کے بعد فرمایا۔ خدا ان لوگوں پر لعنت کرے۔ جن کو غلاموں کے ساتھ کھانا کھانے میں عار آتا ہے۔ (اسوۃ صحابہ بحوالہ ادب المفرد)

ایک بار حضرت عمرؓ گھی میں چورا کر کے روٹی کھا رہے تھے۔ ایک بچہ کو بلایا۔ اور اپنے ساتھ شریک طعام

ایں است غرض از سیاست فاروق اعظم
رضی اللہ عنہ والقیل نموزج الکثیر والعزۃ تبنی عن
البحر الکبیر۔ اگر منصفی در ہر کلمہ ازین کلمات و شبہاء
آں نظر کند دریا بد کہ حلاوت ایمان و صدق نیت و
احسان بر خلق اللہ و خشیت از مدبر السموات والارض
و عقل و افرو کفایت کامل از ہر کلمہ چناں می چکد کہ از
پنبہ مبلول قطرات آب می چکد ۵

وعلى تفنن واصفیه بوصفه

یعنی الزمان ومثله لا یوصف

(ازالۃ الخفاء ج ۲ ص ۸۷)

اعتذار

ممکن ہے تاریخین کرام میں سے بعض کے اختصار پند طبائع
کو یہ تطویل لا طاعل اور ممل معلوم ہو۔ مگر واقعہ یہ ہے کہ

۵ کہ من از ذوق حضورى طول و ادم داستانے
اور ۵ لذیذ بود حکایت دراز تر گفتیم

گداسی داستان کی لذت و حلاوت سے لطف اندوز
ہونے کے علاوہ یہ مقصد بھی پیش نظر ہے۔ کہ شاید کوئی
اللہ کا بندہ اس کو بھی ذوق و شوق سے پڑھے اور اس
میں کچھ جوش عمل، اور اقتداء و اتباع کا جذبہ پیدا ہو
جائے۔ اور شاید اس قصہ پارینہ کے دہرانے سے
نوجوانوں کی امنگیں پھر تازہ ہو جائیں۔ اور لیسین و
شالین کے نظام حکومت پر مرثیے والے "مسلمان" اپنے
بزرگوں کے کارنامے دیکھ کر یقین کریں۔ کہ ہمیں
دوسروں کی در یوزہ گری کی ضرورت نہیں خود ہمارے
ہی "فرق سر" پر "سبد پر نان" موجود ہے ۵

یوسف گم گشتہ را باز کشودم نقاب
تابہ تنک مانگان ذوق خریدن دہم (باقی اسدہ)

فصل حکایت
معاد و غیر

مدارج عرفان

حضرت مولانا صاحبزادہ حافظ محمد عمر صاحب سجادہ نشین بیر بل شریف ضلع شاہ پور (جو فضل اجل ہونے
کے علاوہ سالک مسالک صوفیہ بھی ہیں) ایک دوست کے خط کے جواب میں ایک مکتوب تحریر فرمایا
ہے جو نہایت مفید اور اپنی نوعیت کے اعتبار سے نرالا ہے، اس لئے اس کو شائع کیا جاتا ہے ناظرین
میں سے اس موضوع پر تجویز اظہار خیال کرنا چاہیں ان کے لئے شمس الاسلام کے صفحات حاضر
ہیں۔ (مدیہ)

سے کم نہ ہوتا۔ کم از کم معاصرین پر شہرت تو ضرور پاتا۔
اول تو حافظہ ندارد۔ پھر مطالعہ کا اشتیاق نہیں اور
کبھی کبھی دل چاہے تو طاقت اور قوی کام نہیں کرتے۔

مجھے اس بات کا ہمیشہ اقرار ہے کہ مرے معلومات بہت
محدود ہیں۔ اگر وسعت معلومات کا ذخیرہ ہوتا تو قدرت
نے ذوق سلیم عنایت فرمایا تھا۔ ایسی صورت میں میں کسی

عرفان کے مدارج اور فرق - سلطان الہند

مجدد الف ثانیؒ اور شاہ ولی اللہؒ کے درمیان فرق و ریت کرنے سے میرا مقصد یہ تھا کہ یہ فرق بدیہی ہے خواص کو چھوڑ کر سطحی عوام تک پہنچا ہوا ہے۔ لیکن علماء کرام کیوں اس فرق کو نظر انداز کر کے عامیانہ انداز میں بھر علماء کی خدمت میں پہنچ کر اپنی تشنگی تصوف بھانے کے درپے ہوتے ہیں۔ یہ ایسا ہی ہے کہ صوفی کی خدمت میں کوئی درس لینے کے لئے حاضر ہوا اور بخاری و بدایہ کی تحقیق چاہے دکان سے وہی چیز ملے گی جو اس کے اندر ہے۔

نظم و اشعار کی ہمہ گیری - اول تو نظم میں یہ قدرت فطری ہے

کہ لمبے سے لمبے مضمون کو چند الفاظ سادہ میں سمیٹ کر رکھ دیتی ہے۔ دوسرا جب ایسے ہستی سے سنا جو اس راہ معرفت کے سرتاج اور اپنے وقت کے ساکدوں میں شہسوار تھے۔ تو لامحالہ تمثیلاً وہ الفاظ نکل گئے کہ غریبانہ کے مختصر اشعار حضرت مجدد علیہ الرحمۃ کے طویل مضامین کو لپیٹ میں لیتے ہیں۔

مرے سامنے صرف دو شعران کے نام نامی سے ایک عارف باللہ نے کئی بار دوہرائے۔

وصال حق طبیبی ہمیشیں نامش باد

ہمیں وصال خدا۔ در وصال نام خدا

یقین ہواں کہ تو یا حق نشتر ہا شربہ روز

چو ہمیشیں تو بایں خیال نام خدا

کوئی غور کرے سلوک کی ابتدا و انتہا تک جو کچھ بھی ہے وہ ان اشعار کے اندر موجود ہے اسی کی تفصیل میں حضرت مجدد الف ثانیؒ علیہ الرحمۃ دفتروں کے دفتر بیان فرماتے چلے گئے لیکن حقیقت سب کچھ یہی کچھ ہے

وانہ کے اندر تمام درخت اپنی پوری صورت سے ہوتا ہے لیکن ہر ایک دیکھ نہیں سکتا۔ حضرت قبلہ جب پہلے پہلے ان اشعار کو دہراتے تھے تو چنداں حقیقت کا پتہ نہ تھا۔ لیکن جب ہزاروں حقیقوں کے بعد معاملہ اخیر پہنچا اور خیال کیا تو یہی کچھ تھا کتنا بلند معاملہ کتنے سادہ الفاظ میں ۶

ہمیں وصال خدا در وصال نام خدا ظاہر کیا۔ در حقیقت وصال خدا ہے کیا کچھ ہی وصال نام خدا۔ بھلا یہ معاملہ کسی کی سمجھ میں کیونکر آئے۔ ہمیں کسی سے پوچھے گا تو سہی۔ کہ واقعی ایسا ہی نہیں کیوں ذکر جاری ساری کرایا جاتا ہے۔ کیوں ذکر میں سالک محو ہوتا ہے۔ اور محویت تام سے کیا ظہور کرتے ہیں۔ خدا را کوئی کچھ سوچے تو سب کچھ عیاں ہے۔

ذکر کو دنیا بے فائدہ بتلاتی ہے۔ لیکن وہ فرماتے ہیں ایسا نہیں جب خیال نام خدا تیرے ہمیشیں ہوگا تو حقیقتاً تو خدا کے ہمیشیں ہوگا۔ لیکن الفاظ پر کسے تسلی ہوتی ہے۔ جس نے خیالی ہمیشینی اسم پیدا کی کیا اسے اپنی ہمیشینی خدا عز و جل کا اطمینان نہ ہوا کیا وہ کسی دوسرے کو اپنا ہمیشیں بنانا چاہتا ہے یا اسے اپنا مونس و ہمیشیں نہیں سمجھتا۔

اچھا تمثیل کو جانے دیجئے۔ اصل مطلب پر آجائیے کیا حقیقتاً ان بزرگوں کے اندر کوئی تفاوت ہے یا نہیں اگر ہے تو کیسا؟ انوکھی چال اور انوکھی اداس کی؟ اور فضیلت کسے؟ یہ میرا آپ کا فیصلہ نہیں یہ تو دنیا کا فیصلہ طلب کرنا ہے یہاں فیصلہ خواص یا علما کا نہ چاہئے بلکہ خواص و عوام کا جن کو اس راہ میں ہمارت ہے۔ اور جن کو اس راہ سے تعلق نہیں دو نو کبارائے قائم کرتے ہیں؟

حاشا دکلا کہ حضرت مجدد علیہ الرحمۃ کی مجددیت

کیا، ان کو عوام کی طرف ایک تقلیدی قلاوہ گلے میں ڈالنے کی ضرورت ہے اور بس۔ ایک مذہبی تقلیدی قلاوہ ہے تو دوسری طرف قلاوہ نقرہ خواہ دو نو چھوڑ ایک کا بھاؤ اور برداشت نہ ہو سکے۔ غرض اپنے خیال کا پاس ہے اور بس۔ خواہ صحیح ہو یا غلط۔ اس سے واسطہ نہیں کہ ہمیں کسی کے سامنے جانا ہے اور ہم خوف حق کے لئے پیدا ہوئے اور حق کے لئے زندہ ہیں۔ اور حق کے لئے مریں گے۔

توحید کے اقسام۔ اب میں کسی قدر اصل ہوں جس سے خود بخود حقیقت اور فرق ظاہر ہو جائے گا معلوم رہے کہ توحید صرف ایک نہیں بلکہ علمی۔ حالی اور فطرتی تین مدارج رکھتی ہے۔ پہلی اشتدلال سے قائم ہوتی ہے۔ لیکن وہ ڈھول کی طرح اندر سے کھوکھلی ہوتی ہے۔ ڈھول کی آواز دور تک جاتی ہے لیکن صرف ایک ٹھیس لگ جانے سے ڈھول چور چور ہو کر رہ جاتا ہے یہ عوام کے لئے مفید ہے۔ اور اپنے لئے کچھ بھی نہیں۔ اسی کے بارے میں مولانا رومؒ فرماتے ہیں۔

پائے استدلالیاں جو ہیں بود
پائے چوبہن سخت بے تمکین بود

اسی وجہ سے العلم حجاب اکبر کہا جاتا ہے۔ یہ توحید علماء کرام کی ہے۔

دوسری حالی۔ یہاں علم کا کوئی واسطہ نہیں حالت سے توحید بلا استدلال تشبیہی صورت میں ظاہر ہوتی ہے۔ مثلاً جلوہ آرائی کے لئے کوئی منظر تلاش کر لیتی ہے اسی سے توحید وجودی پیدا ہوتی ہے۔ کثرت کو وحدت میں اور وحدت کو کثرت کے اندر نمایاں کیا جاتا ہے غرض اس کے مظاہر بے شمار ہیں اور اپنی اپنی استعداد کے مطابق اس کی

کی شان میں میرے اندر کوئی سقم ہو بلکہ میں تو یہ کہتا ہوں کہ ہمارے دوستوں نے مجددیت کی شان کو ہی نہیں سمجھا۔ جیسے مودودی صاحب نے اپنے مضامین میں مجددیت کو کوئی خاص چیز قرار نہیں دیا اور ہر عالم مجاہد کو مجددیت کا دینے کے لئے تیار۔ یہ ان کے فہم کا قصور نہیں بلکہ اس فہم کا قصور ہے جس نے ابھی تک مجددیت کی حقیقت تک رسائی نہیں کی۔

ہمارے علماء کرام نے مجددی حقیقت اس کے سوا کچھ نہیں سمجھی۔ کہ وہ بدعت کا قاطع اور تصوف کا رہنما ہے اور بس۔ یہی وجہ ہے کہ آج ہر کہ و مرہ مقام نبوت پر بیٹھ کر دعوتِ خلق کو اپنا فرض اول خیال کرتا ہے۔ حالانکہ خود ماسوا سے اپنے قلب کو صاف نہیں کر سکا۔ اور اعراض ماسوا قلب کو صفتی طور پر حاصل نہیں ہو سکا۔ میں نے صرف چند مکاتیب کا خلاصہ دیکھا بخدا لائیزال مرے اندر یہ حقیقت روشن ہو گئی کہ ہمارے بزرگ عقیدت یا علماء حضرت کے مکاتیب پڑھتے پڑھتے ہیں ورنہ جس جذبہ سے وہ معمور ہیں وہ جذبہ کیوں کسی کے اندر پیدا نہیں ہوتا۔ صوفی صافی بھی ہو عالم باعمل بھی ہو اور مکاتیب شریف کا مطالعہ بھی رکھتا ہو۔ اور پھر اس کی وہی حالت ہو جو عام حالت علماء کی ہے۔ یا عوام کی حالت کی مانند ہو۔ نوافل و سنن کے اندر اتنا زور اور فرائض سے اتنی لاپرواہی۔ کاش کوئی ہوتا اور ان لوگوں کو حقیقت مکاتیب سے واقف کرتا۔ یہ لوگ اسی پر خوش ہیں کہ حضرت فرماتے ہیں جو کچھ علمائے فرمایا اور جو عقیدہ و عمل علمائے کسوٹی پر صحیح اترتا وہی صحیح اور جو ان کے نزدیک غلط وہی غلط۔ بے شک یہی کچھ ہے لیکن کیوں ایسا فرمایا۔ کس حقیقت سے اس پر زور دیا اور وہ حقیقت کیا تھی؟

مکرم! کسی کی بلا جانے چستی کیا ہوتے ہیں نقشبندی

ہر توحید اپنا ذوق اپنا عمل اپنا اثر اپنا تشخص الگ رکھتی ہے

سب سے پہلے توحید کے تخم ظاہری۔ لا الہ الا اللہ کو لیجئے صاحب نبوت کی فطرت اسے دہراتی ہے تو وہ اپنے ذوق فطرت سے مجبور ہو کر اس کلمہ کو تکرار کر کے اپنی فطرت کی تسکین کرتی ہے اس کے سوا اس کا مقصود نہیں وہ بے اختیار اس حقیقت پر سب آشکار ہو رہی ہے جو اس کی بصارت کے اندر موجزن ہے۔ بخلاف صاحب حال کے وہ اولاً تو تقلیداً ایسا کہتا ہے۔ لیکن حال آنے پر اپنے حال کے قائم رکھنے کے لئے یا بڑھانے کے لئے وہ دہراتا ہے یا ہمیشہ کے لئے خاموش رہ جاتا ہے اور صاحب علم تو اسما یا تقلیداً پڑھتا پڑھاتا ہے۔ اور ظاہراً حدود اسلام کے اندر رہنے کے لئے رکھنے اور لانے کے لئے ضروری پڑھنا خیال کرتا ہے۔ ورنہ اس کی بصارت میں کوئی دوسری حقیقت نمودار نہیں ہوتی جس کے مشاہدہ کی وجہ سے وہ اس کلمہ کے تکرار پر مجبور ہو۔

نماز توحید کا سب سے بڑا ظہور نماز میں سچتر میں ہے حضرت رسالت پناہ علیہ السلام فرماتے تھے ارضی یا بلالی اور قرۃ عینی فی الصلوۃ جبکہ طبیعت پر گرانی پیدا ہوتی تھی گویا ایک سکون قرار اور آرام نماز تھی۔ اور تمام تکانوں کی دور کرنے والی۔ کیونکہ فطرت عالیہ کا ذوق وحدانی اپنے ذوق کو پورا کرنا چاہتا تھا۔ اس کے سوا کوئی مقصود نہیں ہوتا تھا۔ اس سے طلب بڑھانی مقصود نہ تھی۔ بلکہ آتش طلب بھجانی مقصود تھی۔ بخلاف صاحب حال کے وہ اول تو تقلیداً ادا کرتا ہے۔ پھر باطن کی ترقی کے لئے۔ اور معراج مومنین کرنے کے لئے۔ قیام ہے تو طلب میں

جلوہ گری ہوتی ہے۔ یہ نیچہ ہوتی ہے اور اٹل۔ لیکن حال کے ساتھ وابستہ حال گیا۔ تو یہ بھی گئی البتہ کس کے ضرب سے یہ گھٹتی نہیں بلکہ اور مضبوط ہوتی ہے اکثر اس پر وار کرنے والا اسے اندر گر کر رہ جاتا ہے یہ ہے توحید اولیائے عظام کی۔

توحید فطرتی نہ اس کو استدلال سے واسطہ نہ

تیسری فطرتی حال سے۔ بلکہ یہ فطرت اور جبلت کے اندر ایسی ساری و جاری ہوتی ہے۔ جیسے روح و جان تمام بدن کے اندر۔ جب تک روح جان ہے اسی وقت تک یہ بھی موجود۔ ہزاروں حال بدلیں لاکھوں تغیرات آئیں۔ یہ ویسے کی ویسے۔ نہ بلند نہ پست۔ اپنی جگہ صحیح مقام پر نہایت موزونیت سے جلوہ آرا۔ تشبیہ و تشبہ سے اسے کوئی واسطہ نہیں۔ نہ یہاں وحدت و کثرت کا خیال ہے۔ نہ یہاں کسی جلوہ گاہ کی ضرورت۔ کائنات کے ہر ذرے کے ساتھ ہے لیکن وہ نہیں۔ وہ خود سب کچھ دیکھتی ہے۔ لیکن کسی کو دکھائی نہیں دیتی جو اس کے سب سے زیادہ اقربیت میں رہتے ہیں وہ کہتے ہیں لا تدبرکہ الابصار ولا تدبرکہ الابصار کیوں اس لئے وہو اللطیف الخبیر ہونے کی وجہ کیا قد جاءکم بصائر من ربکم اٹھتے۔ بیٹھتے۔ جاگتے۔ سوتے لڑتے۔ جھگڑتے۔ مارتے مرنے۔ ہر حال کیساں نہ نماز کے اندر زیادہ نہ بیوی کے پاس بیٹھے کم۔ یہ ہے توحید انبیاء کرام علیہم السلام کی۔ فطرتاً اسی توحید کو دعوت کا حق ہے دوسری تو سر سے حق رکھتی ہی نہیں یا جو کچھ وہ کرتی ہے۔ تقلیداً یا خلا کرتی ہے۔ البتہ ان توحید کے امتزاج سے کما و کیفاً لا تعداد اقسام توحید پیدا ہو جاتی ہے جن کا شمار نہیں۔ بلکہ ہر موجد کی توحید دوسرے سے الگ ہوگی۔ اور ہر ایک کی توحید کا ذوق وحدان الگ ہوگا۔

عقلی اور استدلالی آدمی پر کچھ نہ کچھ جادو چل جاتا ہے اور کچھ نہ سہی تو ظاہری طور پر یعنی عقلی طور پر موحد ہو بیٹھتا ہے۔

مراتب اور مدارج کا فرق بدیہی ہے!

اس تفصیل کے بعد اگر آپ تمام انبیاء پر نظر ڈالیں گے تو آپ کو بدہمتا خود بخود اس حقیقت سے انکار نہ ہوگا کہ ”فضلنا بعضہم علی بعض“ حضرت آدم سے لے کر حضرت محمد رسول اللہ صلعم تک تمام انبیاء اپنے اپنے مناصب اور مدارج پر کھڑے صاف نظر آتے ہیں اگرچہ خاص امتیازات ہر ایک کا دکھانا نہیں جاسکتا تاہم صاحب بصیرت سے کچھ پوشیدہ بھی نہیں بعینہ اسی طرح اولیا بھی اپنے مدارج اور مراتب پر کھڑے نظر آتے ہیں۔ کوئی بھی ہے کہ کسی دو کو ایک جگہ اور منسوب پر خیال کرے دو رکیوں جالیے حضرت مجدد الف ثانیؒ اور خواجہ باقی باللہ صاحب کو ہی لے لیجئے ایک مرشد ہے اور ایک مرید کیا دونوں کے الگ مراتب اور مدارج نظر نہیں آ رہے ہیں۔ خواہ ان کے کلام اور کمالات نہ بھی دیکھے ہوں۔ ایک پر دوسرے کی فضیلت کا پتہ نہیں چلتا۔ اگر چلتا ہے تو پھر کیا بدہمتا ہم اجمیری سرسندی اور دہلوی میں فرق دیکھ نہیں رہے۔ اگر دیکھ رہے ہیں اور یقیناً دیکھ رہے ہیں تو پھر کیا وجہ ہے کہ وہ اپنے منہ سے نہ کہیں کیا یہ تنقید ہوگی یا ایک مشاہدہ کا بیان۔ میں حیران ہوں کیوں احباب ایسی سادہ بات کو معجزات کی صورت میں بدل دیتے ہیں۔

اب آئیے ذرا خود دیکھئے کہ ان حضرات میں کیا فرق ہے۔ حضرت مجدد الف ثانی علیہ الرحمۃ کو مجدد اور حضرت سلطان الہندؒ کو سلطان الہند اور امام الہند کو

مکرم ہے تو طلب میں اور سجدہ ہے تو طلب میں۔ صاحب علم کی نماز صرف اپنے مولا کے فرائض ادا کرنے کے لئے ظاہری فوائد کے لئے، اخوت کے لئے، جماعت بندی کے لئے، مساوات کے لئے وغیرہ وغیرہ۔ جس میں پرستش یا عبادت مطلقہ کا شائبہ تک نہیں۔ نہ اسے پڑھنے میں کچھ لذت ہے اور نہ اسی کے فطرت میں اس کا ذوق ہے صرف رسم ہے اور بس۔ قرأت پڑھتا ہے تو یہ معلوم نہیں کہ کس کا کلام ہے۔ گو معانی جانتا ہے۔ وجود اور دل پر کوئی اثر نہیں پیدا ہوتا۔ بلکہ جیسے نماز سے پہلے تھا ایسے ہی نماز کے اندر اور ویسے ہی نماز سے فراغت پر۔ نہ نور باطن کو بڑھاتی ہے اور نہ دل کو اطمینان دلاتی ہے۔

اعمال صالحہ وغیرہ۔ الغرض تمام اعمال صالحہ کا یہی فرق برابر چلا جاتا ہے اور ہر

ایک اپنی توحیدی تخم کے مطابق اعمال افعال حرکات اور اثرات سے نشوونما رکھتا ہے۔ اور اسی کے مطابق صاحب توحید کے جذبات ہوتے ہیں۔ اور ان جذبات کی ترجمانی بھی اپنے اپنے خاص رنگ ڈھنگ میں ہوتی ہے۔ صاحب فطرت کے سادے الفاظ فطرت و جذبات انسانی کو اپیل کرنے والے ہوں گے۔ اور صاحب حال کی زبان گنگ۔ صرف حال اپنی ترجمانی آپ کے آپ کر رہا ہے۔ آنکھ ہے تو مسحور۔ چہرہ ہے تو نور علی نور۔ ایک نظر بڑی تو سب کفر دوسرے اور چہرہ کا پھیرنا ہے کہ سینکڑوں بت گر گئے۔ لیکن صاحب علم کی زبان سیف ہو رہی ہے دل کے اندر پیچھے آتا اور زبان سے پہلے آشکلتا ہے۔ علمی استدلال اتنا زبردست ہے۔ کہ عقلیں حیران رہ جاتی ہیں۔ لیکن جب سب کچھ ہو جاتا ہے تو نہ میان کے اپنے اندر کچھ ہے اور نہ کسی دوسرے کے اندر کچھ۔ ہاں استدلال ہے اور قوت بیان۔ البتہ

امام الہند کے القاب کس نے دیئے اور کیوں دیئے کیا ان کا علم و عمل برابر ہے؟ کیا ان کا حال و حال مساوی درجہ رکھتا ہے؟ کیا ان کی توحید ایک ہے؟ کیا ان کی دعوت کے اثرات ایک ہیں اور ان کے کلام کی حلاوت کا مزہ ایک ہے؟ جسے اللہ جل شانہ نے کچھ بھی بصیرت دی ہو۔ وہ کھلے طور پر ہر ایک کو اپنے اپنے شخصیات علمیہ و عملیہ حالیہ و ذوقیہ میں دیکھتا ہے حضرت اجیری صرف اپنی توحید حالی سے سلطان الہند کہلاتے نہ ان کو دعوت کا حکم ملتا ہے نہ ان کی زبان ہلتی ہے۔ نہ ان کے قلم میں جنبش آتی ہے جو کچھ ہے اندر ہی اندر ہے اگر کچھ نکلتا ہے تو آنکھوں کے ذریعہ۔ یا چہرہ بشرہ کے ذریعہ۔ لیکن لطف یہ کہ سارا ہندوستان کفرستان ہے ایک متنفس بھی توحید سے آشنا نہیں یہ اللہ کا بندہ اپنے حال میں مست اپنی دھن میں سرشار صرف اجیر کا راستہ لئے چلا جاتا ہے اور صرف مقصود اجیر ہنچا ہے اور بس۔ لاکھوں سرکش سامنے آتے ہیں سینکڑوں منکران توحید آڑے بھی آجاتے ہیں۔ بیسیوں سازشیں کرتے ہیں۔ لیکن یہ اللہ کا بندہ خاموش اپنے حال میں مست۔ جو بھی سامنے آتا ہے۔ اپنے گرنے کے سوا چارہ نہیں دیکھتا۔ راجہ ہمارا راجے سب مقابلہ کے لئے منتر جنت لے کر آئے لیکن بڑھے تو کیا دیکھا پلٹے تو کس حال میں سینکڑوں نہیں ہزاروں لاکھوں کی تعداد میں دم بخود ہو کر اس کا توحیدی کلمہ لاپتے گئے۔

دوسری طرف دیکھئے شاہ ولی اللہ صاحب ہندوستان کے ایک بزرگ اور صاحب برکت خاندان سے پیدا ہوئے ہر قسم کے دینی علوم میں مہارت پیدا کی۔ تصوف کی چاشنی اچھے سے اچھے بزرگوں سے لیکر مسند آرائے فضیلت ہوئے۔ توحید اور اس کے منکر اور لوازمات سے دفتروں کے دفتر لکھ دیئے۔ اسلامی

توحید کا کوئی ایک شعبہ نہیں جس پر آپ کی تصنیف اپنی نظیر آپ نہ ہو۔ خود تصوف پر کئی ایک رسالے نرالیے انداز میں لکھے۔ جن کے دیکھنے سے عقل متحیر ہو جاتی ہے لیکن ان تمام سے وہ کچھ نہ ہو سکا۔ جو اجیری کی غیر العقول نگاہ نے کیا تھا۔ کوئی آپ کو دیکھتا بھی ہے تو علی نقطہ نگاہ سے اور سند پیش ہوتی ہے تو امام الہند کی۔ گو وہ تصوف کا خاصہ مذاق رکھتے ہیں۔ لیکن کوئی ان کو اس نگاہ سے نہیں دیکھتا۔ آپ کے تمام علمی کارناموں میں تصوف کا ہرگز رنگ برابر ہے۔ لیکن اس کے لئے کوئی ان کا شیدائی نہیں بلکہ علمی وجدان ذوق کے لئے دنیا ان کے سامنے سب موجود ہے اور علمی توحید حاصل کرنے والوں کا مجمع ان کے گرد اگر مسلم و بخاری پڑھنے کے لئے بیٹھا نظر آتا ہے۔ اور کوئی متنفس بھی ان کی خدمت میں نظر نہیں آتا جو مراقب ہو کر اس کی تلاش میں ہو جس کے لئے یہ سب کچھ ہے۔

تیسری جگہ حضرت مجدد الف ثانی علیہ الرحمۃ تشریف لاتے ہیں۔ علم میں وہ کمال تو نہیں جو حضرت شاہ صاحب کا ہے۔ اور حال میں اس انتہائی جادوگری نہیں رکھتے جو غریب نواز کے اندر ہے۔ لیکن قدرت نے ایک ایسا مساوی امتزاج حال و حال کا آپ کے اندر ودیعت فرمایا کہ نہ حال کو حال سے جدا کیا جاسکتا ہے اور نہ حال کو حال سے۔ علم کو حال کے اندر ایسا غوطہ دیا ہے۔ کہ علم کی حقیقت ہی بدل دی اور حال کو علم کے اندر ایسا چھپایا کہ کوئی پہچان تک نہیں سکتا۔ کہ اس کے اندر ہے کیا۔

غرض جب نبوت کا سلسلہ ختم ہوا۔ اس وقت سے لے کر آج تک ایسا سپوت دنیا نے پیدا نہیں کیا۔ جس کے اندر یہ دونوں اوصاف مساویانہ درجہ کے اس موزونیت کے ساتھ ودیعت فرمائے گئے ہوں نہ قال کی

ہوتی جاتی ہے۔ اور فطرت اپنی فطرتی پیاس بجھتی دیکھ کر اپنا دل لے کر بیٹھ جاتی ہے۔

حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی سیرت، اور حضرت مجدد الف ثانی علیہ الرحمۃ کے سوانح کا ایک سرسری مطالعہ جس نے کیا وہ ظاہر دیکھ سکتا ہے۔ کہ آنحضرت مسلم کے ساتھ باوجود ایک بڑی نسبت اور بڑی مشابہت کے جس کے حامل کرنے اور تزویج دینے کے لئے حضرت مجدد علیہ الرحمۃ نے تمام عمر صرف کر دی۔ پھر بھی کتنا بلند فرق امتیازی کھلم کھلا نظر آ رہا ہے؟ چہ نسبت خاک را با عالم پاک۔ وہاں سراسر فطرت ہے۔ اور یہاں سراسر اتباع۔ یہاں کے ذکر و اذکار وہاں کے ذکر و اذکار۔ یہاں کی مجالس علمی و ذوقی۔ اور وہاں کی محافل فطرتی کا مقابلہ کر کے ذرا غور تو فرمایا جائے بے شک دعوت کے لئے خالق سے خلقت کی طرف رجوع بہت بلند حضرت مجدد علیہ الرحمۃ کا ہے لیکن اس کے اندر حال ہی حال نہیں آتا اور کیا حال ہی آپ کو اس حال کی طرف نہیں لایا۔

بہر حال توحید اپنا ایک خاص رنگ پیدا کرتی ہے اور اپنے حال کے مطابق ایک راہ اور مسلک تلاش کرتی ہے پھر اس راہ میں اور مسلک پر اپنا تمام زور لگاتی ہے۔ گودہ راہ بندی کا ہو یا پستی کا۔ خالق کا یا خلقت کا۔ ملکوٹی ہو یا ناسوٹی۔ کشفی ہو یا غیر کشفی۔ اصلاح سے تعلق رکھے تو ظاہر سے ہو یا باطن سے۔ بہر صورت حال ہی سب کچھ ایسا کرتا ہے۔ اس لئے کوئی حال بھی خواہ کس قدر فطرت سے مشابہ ہو فطرتی کہلانے کا استحقاق نہیں رکھتا۔

توحید کی فطرت صحیح کیا ہے؟ پھر اگر
یا مصدر صفات متضادہ کا نام توحید ہے۔ تو یہ بیشک

تیزی ہے نہ حال کا جنوں ہے ایسا معلوم ہوتا ہے۔ کہ شیر و شکر مساویانہ امتزاج لے کر ہر دل کی سیرابی کا باعث ہو رہے ہیں نہ تو صاحب علم کوئی دم مار سکتا ہے اور نہ صاحب حال باہر نکل سکتا ہے۔

جہاں علم کو حال کے شیشہ میں اتار کر دنیائے علم کو حیران کر دیا۔ وہاں حال کو علم کے لباس سے مزین فرما کر حال کی صورت کو دو گنا گنگنا نہیں سیکندروں درجہ موزونیت کی نورانی صورت سے صاحب احوال کا دل موہ لیا۔

یہ توحیدی رنگ اگرچہ انتہائی درجہ نہیں رکھتا لیکن اس کی نہ ایسی سادہ صورت نظر آتی توحید سے زیادہ مشابہ ہے۔ اور نہ صاحب نبوت سے زیادہ تعلق رکھتی ہے اگر کوئی کامل غور کرے تو اس کے خط و خال قد و قامت بہت ہی قریبی مشابہت فطرتی توحید سے رکھتی ہے۔ لیکن عین وہ نہیں گو مناسب بہت زیادہ ہے اور عام دیکھنے والے اسے ظن قرار دے سکتے ہیں لیکن حقیقتاً ایسا نہیں وہ کچھ اور یہ کچھ اور لا کھوں درجہ کا فرق۔

ایک طرف مجدد علیہ الرحمۃ کے کلام کا مطالعہ کیا جائے اور دوسری طرف حدیث و قرآن کو غور سے پڑھا جائے۔ پھر ان کا موازنہ اور مقابلہ کیا جائے تو دیکھے فطرت کے صحیح اور متوازی مناسب اسوای کس کے اندر موجزن ہیں۔ قرآن کریم ایک سادہ عقل کے سامنے بڑا جائے تو اس کے دل میں گھبراتا جاتا ہے۔ ایک بلند عقل دیکھے تو حیران ہو جاتی ہے۔ لیکن مکتوبات شریف کا یہ حال نہیں یہ وہی سمجھیں جن کو اسی راہ (حال و قال) میں دسترس ہوا اور جن کے اندر کچھ اس کے سمجھنے کا سامان پہلے سے ہیما ہو۔ بخلاف قرآن کریم و حدیث کے ان کے لئے صرف توجہ انسانی درکار ہے اور بس۔ اس کے بعد فطرت انسانی فطرتی قوی کے اندر خود بخود داخل

ہے اور جا بجا فقر سے ذکر کرتا ہے حالانکہ جہانگیر اور نگرہ باوجود عقیدہ تہذیبی و بار مہدی میں حاضر ہونے پر اپنا انکسار اس درجہ پر دکھانہیں سکے۔ آخر وجہ کیا۔ کیا انکی عقیدت کم تھی؟ یا انہیں ایسا کرنے کی اجازت اور موقع نہ تھا وہ دنیا کی مراد کے لئے جاتا ہے اور یہ سراسر دین کے لئے۔ آخر کوئی جذبہ تو اجمیری کے اندر ہے جس نے اکبر جیسے شاہنشاہ کو اپنے دربار میں اس طرح گھسیٹا۔

جہاں علم کو ظاہر کے ساتھ تعلق ہے وہاں حال کو باطن کے ساتھ ویسے ہی رشتہ ہے جہاں باطنی اگر علم سے مناسبت رکھتی ہے تو جہاں داری حال کے ساتھ۔ مہل فطرت کے ساتھ برابر کی دونوں کو نسبت ہے۔ علم کو ظاہری اسوہ حسنہ سے۔ تو حال کو باطن کے اندرونی کوائف سے۔ علم مخلوق سے خالق کی طرف جاتا ہے تو حال خالق سے مخلوق کی طرف آنکلتا ہے۔ ایک عبادت اس لئے کرتا ہے کہ معرفت نصیب ہو دوسرا اس لئے کہ معرفت اسے سر اٹھانے نہیں دیتی اور اپنے سامنے سر بسجود رکھتی ہے بلکہ اس کے سوا وہ اپنے اندر چارہ نہیں دیکھتا ایک کی انتہا خالق تک ہے دوسرے کی انتہا مخلوق کی حد سے شروع ہوتی ہے اس کا رخ اوپر کی طرف ہے اور اس کا نیچے کی طرف ہو یا اوپر کی طرف۔ ایسی صورت میں کس کی مجال ہے۔ کہ حال کو علم سے کم کہے اور حال سے بڑھ کر علم کا شیدائی ہو وہ تمام باتیں جو سننے میں آتی ہیں وہ ان لوگوں کی ہیں جو یک سو ہو کر اپنے فیصلے دیتے ہیں۔ اور جس کی دونوں آنکھوں میں بصارت ہے وہ کلی فیصلہ کا حق خدائے علام الغیوب کے حوالہ کر کے دم بخود رہتا ہے۔

حضرت پیر دستگیر غوث الاعظم رحمہ کو حال نے غوث بنایا یا قال نے اور امام غزالی علیہ الرحمۃ کو علم نے عزت بخشی یا تصوف نے۔ حالانکہ وہ تصوف

اپنی وسعت کمالات میں بہت وسیع اور تمام اشیائے کائنات پر محیط ہے اور اگر خالق کی صفات چھوڑ خلقت کے اعتبار سے توحید کا مطمح نظر دیکھا جائے۔ تو توحید کا اپنا مسلک نہایت بلند اور اکمل اور اس کے پھلنے پھولنے کے سوا چارہ نہیں۔ لیکن لطف یہ کہ یہ بھی اس وسیع توحید کے آثار و لوازم سے پر ہے۔ ایسی صورت میں کوئی فیصلہ کلی نہیں دیا جاسکتا کہ کس توحید کا درجہ بلند ہے فطرت کی وجہ سے ہی بلند جو اس کی فطرتی خوبیوں سے پر ہو لیکن منشاء ظہور فطرت پر توجہ رکھی جائے۔ تو یہ ہی انبیاء علیہم السلام کی توحید بلند ہے۔ بلکہ جو خود توحید اپنے لئے یہ ہی موزوں مقام جب پسند کرتی ہے تو پھر کسی دوسرے کا کہنا سب کچھ بے جا۔ لیکن اس میں بھی شک نہیں کہ ہر قسم کا توحیدی رنگ اس کے اندر سما نہیں سکتا۔ یہ اپنے مخصوص رنگ کے سوا کسی دوسرے رنگ کو دیکھنا پسند نہیں کرتی بخلاف اول کے وہ تمام اپنے اقسام اور اپنے تمام رنگوں کو اپنا جانتی ہے وہ عام ربوبیت کے درجہ پر بیٹھ کر ہر وقت خدا ہے اسے کسی سے بے خبر نہیں کسی سے ناراضگی نہیں کسی سے خاص تعلق نہیں اور نہ کسی سے یگانگت وہ اپنا اور پرایا نہیں دیکھتی اس کی آنکھ میں سب برابر ہے

اے کریمی کہ از خزانہ غیب

گبر و ترسا و طیفہ خور داری

دوستان را کجا کنی محروم

تو کہ باد دشمنان نظر داری

یہ اسی کی شان نزالی ہے۔ قرآن کریم خود اسی حقیقت سے پڑھ ہے۔

اسی وسعت حوصلہ کا نتیجہ ہے کہ اکبر جیسا بے دین شہنشاہ یا پیادہ آگرہ سے اجمیر جا کر حضرت اجمیری کے مزاج پر انار کی قدمبوسی اور خاک بوسی کو فخر جانتا

صفات سے ذات کی طرف جانا اور ذات سے صفات کی طرف متوجہ ہونا اپنے اثرات دونوں الگ الگ رکھتے ہیں عملاً آخری توحید یعنی ذات سے صفات کی طرف جانا زیادہ موثر ہے اور یہی فطرتی توحید کا حقیقی رنگ ہے تمام انبیاء علیہم السلام خالق سے مخلوق کی طرف متوجہ ہوئے۔

الغرض ذات سے جب کلی تعلق پیدا ہو جاتا ہے۔ تو صاحب حال کسی نہ کسی صفت ذات کی طرف خود بخود اپنی ذاتی فطرت کے مطابق جس کی تعداد اس کے اندر ودیع فرمائی گئی ہوتی ہے متوجہ ہوتا ہے۔ کوئی صفت علم کی طرف۔ اور کوئی صفت تکنیکی کی طرف۔ پہلے کا انتہا قطب ارشاد پر ہے اور دوسرے کا اخیر قطب مدار پر۔ بہت کم خوش نصیب ایسی پاک ہستیاں بھی ہیں جن کو دونوں صفات میں طیران نصیب ہو کر بیک وقت قطب ارشاد و قطب مدار ہو کر دنیا میں روشن ہوئے علیٰ ہذا القیاس تمام صفات ذاتیہ کا یہی حال ہے ذات کا حال جس صفت کی طرف متوجہ ہوگا اسی صفت کی تکمیل ہوگی اور اسی صفت کا ظہور صاحب حال کی ذات سے زیادہ بلند ہوگا۔ یہی وجہ ہے کہ بعض اولیا کمالی فضیلت حاصل نہ ہونے کے باوجود کسی ایک صفت کی وجہ سے دنیا میں کامل شہرت رکھتے ہیں بخلاف دیگر مجموعاً وہ افضل ہوتے ہیں لیکن خاص حال پیدا نہ ہونے کی وجہ سے وہ اپنا پایہ بلند ان سے نہیں پاتے۔

حضرت مجدد اعظم علیہ الرحمۃ کا کار نمایاں نبط ہر اُ وہی کچھ ہے جو امام السنۃ ابن تیمیہؒ اور ابن قیمؒ کا ہے لیکن ان کے اندر اور جذبہ کار فرما ہے اور حضرت مجددؒ کے اندر اور۔ یہ حکم ذات خصوصی سے سب کچھ کر رہے ہیں اور وہ حکم عمومی ذات سے۔ یعنی قرآن و حدیث کے عام حکم کے ماتحت۔ اور یہ حضرت وہی کرتے ہیں۔

کے نہایت باریک بینی عارف تھے۔ اسی طرح محی الدین صاحب عربی سے حال نے وہ سب کچھ کھلوا یا۔ جو انہوں نے کہا یا علم نے ان کی زبان درازی کی پھر باوجود حال بلند ہونے کے وہ کچھ نہ کر سکے۔ کہ جو غوث الاعظم کر گئے آخر اس کی وجہ کیا؟

غوث الاعظم بھی بلند مقام رکھنے کے ساتھ بلند تصانیف کے مالک بھی ہیں۔ اور ابن عربی صاحب تصانیف غریبہ رکھتے ہوئے مقامات عالیہ سے سرفراز۔ دونوں سے حال نے ہی سب کچھ کھلوا یا لیکن غور کیا جائے تو ایک کے اندر علم کی خاصی باریکی حال کے اندر پہنچ گئی ہے۔ جو اس کے علم کو اتنے بلند درجہ پر لے گئی کہ عقل حیران ہے۔ اسی وجہ سے جن کی سمجھ سے بالا ہو گئی انہوں نے اسے پایہ اعتبار سے گرا دیا۔ یہ باریکی علم بھی تو حال نے پیدا کی تھی لیکن حال چونکہ یک سو ہو گیا تھا اس لئے حال پستی کی طرف عود کر کے قال کی طرف زیادہ متوجہ ہو گیا۔ بخلاف غوث الاعظمؒ کے وہ اپنے حال میں مست جو کچھ لکھتے ہیں لکھتے ہیں۔ حال کی تیزی سے اپنی دینی زبان سے گاہ بگاہ کچھ گن گننے لگتے ہیں ورنہ ذاتی طور پر اس کی طرف رخ نہیں۔

زیادہ واضح مثال دیکھنا چاہیں تو ایک نظر علی حقائق امام السنۃ حضرت ابن تیمیہؒ اور امام اکبرؒ ابن جوزیؒ پر ڈالیں وہ صرف سنت نبوی کے اندر فکر و غور کرنے سے کس مقام پر پہنچے آخر ان کا علم حال میں تبدیل ہو گیا اور ان کے حالی علم نے ہزاروں لاکھوں کو گھسیٹا اپنے حال و علم میں اتنے غوطے دیئے کسی کو خبر تک نہیں رہی اور اسی نشہ میں مرے لیکن یہ حال الگ ہے جو علم سے ناشناس ہوا اور وہ حال الگ جو معلوم سے پیدا ہو کر علم میں آ کر ظہور پذیر ہوا۔ یعنی خالق اکبر کی ذات سے پیدا ہو کر اس کی صفات کی طرف متوجہ ہوتا بہر صورت

جو ان کو خدا الہاماً دیا جاتا ہے۔ وہ کوئی مثالی صورت تقرب کی خود نہیں دیکھتے۔ اور نہ اپنے تقرب کا اظہار کر سکتے ہیں اور یہ اپنے تقرب کے مناسب علیا خود دیکھتے ہیں اور ساری دنیا کو ان مناصب سے روشناس کرنا اپنا فرض جانتے ہیں تاہم اس سے انکار نہیں کیا جاسکتا کہ آپ کا حال جب نہایت بلند ہوا اور سیر فی اللہ میں چلنے لگے تو آپ کی سیر کا رخ اس علم کی طرف متوجہ ہوا جو اپنے اہل تدریس سے حاصل کیا تھا اور جس کی امواج نے کسی زمانہ میں آپ کو مست کر رکھا تھا۔

باوجود صاحب حال بلند ہونے کے ہمیشہ آپ کی قلم کے عتاب کے نیچے صاحب حال رہے اور ہر حرکت ناپسند شرع اور علم کے آپ ان کو ملامت کرتے رہے بخلاف اہل علم کے کہ اندر بھی کھوکھلے ہو چکے تھے اور ظاہری تقلید اور خشک زہد کے سوا ان کے اندر کچھ نہ رہا تھا۔ تاہم کسی موقع پر ملامت نہیں فرماتے بلکہ ان کی اصلاح فرماتے ہیں تو حقائق و معارف بیان فرما کر ان کا دل متوجہ فرماتے ہیں الغرض حال نے علم پر وہ آب و تاب دی کہ دیکھنے والے حیران رہ گئے اور ہر طرف سے مرجھا کر جاکر آواز اٹھنے لگی اہل علم نے اپنی علمی صداقت کو ایسے رنگ و ہنگ میں دیکھا جو پہلے کسی سے ایسا دیکھنے میں نہ آیا تھا۔ اور اہل حال اپنے ناقص اور اپنی کمزوریوں کو دیکھ کر اپنے مولا کریم کا شکریہ ادا کیا کہ ان کو اسی زندگی میں استغفار حقیقی پڑھنے کا موقع آگیا ورنہ ہمیشہ کے لئے بچھڑتے۔

قرآن کریم کو دیکھیں گے تو صاف کھلا یہ معلوم ہوگا کہ سراسر عقل و علم و دانش ہے لیکن یہ تمام عقل و دانش اور فہم کس سے پیدا ہوا۔ سراسر حال سے پیدا ہو کر تمام عقول انسانی کو اپنی طرف متوجہ کرنے والا ہوا۔ لیکن یہ صرف عقول کو روشن کرنے کے لئے نہیں آیا تھا بلکہ دلوں

کو صاف کرنے کے لئے اور روشن کرنے کے لئے۔ اور ایسے حال میں دنیا پر تشریف فرما ہوا تھا جبکہ عہد نبوت سراسر حال ہوتی تھی اور عقل کی گرفت سے بالکل آزاد ہوتی تھی۔ ایسے حال میں کون ان صحیح الفطرت ہے۔ جو حال کی اہمیت سے انکار کرے۔ یا علم کو بلند پایہ کہے۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم جب فطرت مطلقہ تسلی فرماتی ہے تو فرماتی ہے۔ اِنَّكَ لَمِنَ الْمُرْسَلِينَ علی صراط مستقیم۔ نبوت کی سب سے بڑی خصوصیت یہ ہے کہ صراط مستقیم پر اس کی فطرت ہوتی ہے یعنی ایک میانہ راہ رومی۔ سوا اس حیثیت سے وہی صوفی بلند پایہ ہے جو صراط مستقیم کی روش پر ہونہ حال میں مست ہو کر مجذوب بیٹھا ہونہ قال میں محو ہو کر اپنی شان گرا بیٹھا ہو۔ کیونکہ یہ دونو حال فطرت سے دور ہیں۔ بلکہ حال و قال کی ریڑھ سے ایسے معجون مرکب تیار ہو کہ دونوں سے تمیز کرنی مشکل ہو جائے بلکہ دونوں کو ایک دوسرے سے جدا نہ کیا جاسکے یہی خصوصیت ممتاز یہ ہے جس نے حضرت مجدد الف ثانی کو مجددیت کے بلند منصب پر سرفراز فرمایا۔

ورنہ آپ سے بڑھ کر کئی ہستیاں اسلام کے اندر ایسی گنی جاسکتی ہیں جن کے علم و معارف کا پلہ بہت بلند ہے اور جن کی خدمات اسلامی اس قدر ہیں کہ تمام دنیائے اسلام اولاً و آخراً ہمیشہ کے لئے قائد اٹھاتی رہی اور رہے گی جب یہ مثل مشہور ہے کہ درخت اپنے پھل سے بچا نا جاتا ہے۔ تو پھر ایسی پاک ہستیوں کے کارناموں کو کیونکر نظر انداز کیا جاسکتا خواہ وہ علمی ہوں یا حالی۔

احیائے دین کے شعبے - دو شعبے ہیں ایک اندرونی تقویت اور ایک بیرونی اشاعت دوسری کا مدار پہلی پر ہے۔ جب تک پہلی موجود نہ ہو لے دوسری

پیدا نہیں ہو سکتی حضرت مجدد کا بڑا کارنامہ اندرونی تقویت ہے اور زیادہ تر اسی میں مصروفیت رہی اور یہ خلوت فی دین اللہ افواج کا طفرائے امتیاز سلطان الہند کو اس سرزمین ہندوستان میں نصیب ہوا ایسی صورت میں سلطان الہند کو کیونکر گرایا جاسکتا۔

مزارات مشائخ کے اثرات و امتیازات

آج اگر ہر دو پاک نفوس کے مزارات پر انوار پر حاضر ہو کر تماشا دیکھے تو بالکل ان کی زندگی پاک کا تمام نقشہ سامنے آجاتا ہے سلطان الہند حضرت اجیر جی کے مزار پر اپنے بیگانے کی تمیز نہیں شاہ و گدا یکساں تیار ہو رہے ہیں۔ سیاہ کار سے سیاہ کار نفس روشن ترین دل کے دوش بدوش کھڑا نظر آتا ہے۔ اپنی خواہش اور مطلوب کے لئے درد مند نہ تو جہ قدسی صفات مزار کی طرف ساری دنیا کی یکساں ہے حتیٰ کہ جو اسلام سے سرفراز نہیں وہ بھی اس کے در دولت پر عقیدت مند نہ جاکر اپنی پیاس بجھاتا ہے۔

بخلاف حضرت مجدد علیہ الرحمۃ کے حلقہ اتنا وسیع نہیں جو ہیں وہ بھی اپنے پاک نفوس کے سوا کسی کی طاقت نہیں کہ آنکھ اٹھائے۔ اور وہ بھی صرف صفائی قلب کے لئے اور بس۔ کچھ اور مانگنا ہو تو اس دربار میں اس کے لئے گنجائش نہیں اگر ہے بھی تو پھر اینوں کے لئے۔ غیروں کا دروازہ کھٹکھٹانا گناہ نہیں تو معیوب ضرور ہے یہاں قرآن پاک ہے اور مراقبہ اس کے سوا کسی دوسری چیز کی گنجائش نہیں۔

الغرض اگر تمام اولیا و کرام آج نظر ڈالی جائے۔ یا ان کے مزارات مقدسہ پر حاضر ہو کر دیکھا جائے تو جو کچھ وہ اپنی زندگی میں ہے وہی کچھ آج نظر آ رہا ہے

جس طرح وہ اپنی زندگی میں اپنے اپنے خاصہ اخلاق مراتب اور کوائف رکھتے تھے۔ بعینہ اسی طرح آج ان کے مزارات پورا پورا ان کے رفعت شان کا پتہ دے رہی ہیں۔ اس صورت میں کوئی دراندہ اپنی بصارت سے جو کچھ بدابھتا دیکھے اور وہ بیان کر دے۔ تو اس کے یہ معنی ہونا چاہئے کہ اس نے کسی بزرگ ہستی پر اعتراض تنقید یا عیب جوئی کی ہے یہ جو کچھ لکھا گیا اختصاراً لکھا گیا ورنہ یہ قیاس کون زگلستان من بہار مرا ہے

زبان زمانہ نشان و قلم شرر ریز است

مراگاہ نہ باشد مئے مخاں تیز است

بالآخر اس قدر عرض کر دوں کہ بہت کچھ اس باب میں بقایا رہ گیا۔ طبیعت کی ناسازی اور ناظرین کی مولیٰ طبع کی وجہ سے اسی پر اکتفا کرتا ہوں۔ امید ہے کہ حضرات نہایت وسعت حوصلہ اور نظر غائر سے ان صفحات کا مطالعہ فرمائیں گے۔

مجھے اپنی لغزشوں کا اقرار ہے اگرچہ میں نے یہ لکھ دیا جو کوئی بھی لکھنا پسند نہیں کر سکتا لیکن میں نے جو لکھا کسی خاص غرض سے نہیں لکھا اللہ تعالیٰ مری لغزشوں کو معاف فرمائے۔

حضرت قبلہ عبدالمجید اور حضرت مرشد مرحوم جو حضرت سرہندی کے ادنیٰ سلسلہ داروں سے ہیں یہ ناقص کر دوں درجہ ان سے بھی کم ہے غم کجا سنگ گر گیس کجا آفتاب عالم تاب چہ جائیکہ حضرت مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ۔ یہ جو کچھ لکھا گیا۔ علمی مذاق کی وجہ سے لکھا گیا ورنہ حالاً یہ سب کچھ گناہ ہے ربنا اغفر لنا ذنوبنا واسرافنا فی امرنا۔ ربنا لا تؤاخذنا ان لنسینا او اخطانا۔

حق کی گرج

موضع محمد علی والہ میں حضرت مولانا ظہور احمد صاحب دہلوی امیر حزب انصاف کی معرکہ آرا تقریر

(مترجم مولانا سید سیاح الدین صاحب کاناخیل)

خواہ مخواہ اس کو چھڑا ہی دیتے ہیں اور کچھ ایسی بے راہ روی بد تہذیبی، بے ڈھنگی اختیار کر دیتے ہیں۔ اور مقدس حضرات کو کچھ اس طرح بدنام کرنے لگ جاتے ہیں۔ کہ انتہائی صبر و تحمل کے باوجود ہم خاموش نہیں رہ سکتے۔ اور ایسے حالات پیدا کر دیتے ہیں کہ اس وقت ہمارا خاموش رہنا اور باطل کے اس شور و غوغا میں حق کو ظاہر نہ کرنا مد اہنت فی الدین اور حق پوشی قرار دیا جا سکتا ہے اس لئے ہمیں بھی مجبوراً حق کی آواز بلند کرنی پڑتی ہے اور بادل ناخواستہ اس محبت میں شامل ہو کر حقیقت حال کی نقاب کشائی کرنی پڑتی ہے۔ اور عوام کے سامنے صحیح واقعات پیش کر کے ان کو گمراہ ہونے اور گمراہوں کے شرکار ہونے سے بچانا پڑتا ہے ورنہ مقتضیات زمانہ سے ہم بھی غافل نہیں۔ اس پر آشوب دور کے تقاضوں کا ہمیں بھی احساس ہے قوم کو بام ترقی پر لے جانے کا ہمیں بھی خیال ہے مگر بام ترقی پر ہم اس کوتاہی سے بچ سکتے ہیں جب انہیں مذہبی مصلحت حاصل ہوں۔ صحیح العقیدہ مسلمان ہوں اپنے بزرگوں پیشواؤں کی پیروی کرنے لگیں۔ اور اسلاف کی اقتدا تب ہو سکتی ہے جب مسلمان ان کی عظمت و رفعت کا عقیدہ رکھیں تمام فضائل و کمالات کا انہیں مجموعہ سمجھیں۔ ان کو اسلام کے صحیح رہنما۔ دین محمدی کے سچے مخلص خادم و مبلغ یقین کریں۔ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد انہیں قرآن حکیم کے حقیقی عامل، صادق و راست باز تسلیم کریں۔

مورخہ، شعبان ۱۳۵۷ھ حضرت قبلہ سجادہ نشین صاحب سیال شریف کی صدارت میں بمقام محمد علی والہ شاندار جلسہ منعقد ہوا جس کی مختصر کارروائی اسی اشاعت میں کسی دوسری جگہ درج ہے اس میں حضرت مولانا ظہور احمد صاحب نے خطبہ سنونہ کے بعد ارشاد فرمایا:۔

حضرات! اس نازک دور میں مسلمان کہلانے والے لوگوں کا آپس میں اختلاف و شقاق نہایت ضرر رساں ہے۔ بے اتفاقی باہمی تباہات کبھی بھی اچھے نہ تھے لیکن موجودہ پر آشوب دور میں دے ہوئے فتنوں کو از سر نو تازہ کرنا تو انتہائی بُرا کام ہے۔ اب جنگ جمل و صفین کا زمانہ نہیں بلکہ بدر و حنین کا زمانہ ہے۔ ساڑھے تیرہ سو سال کے پرانے فیصلوں پر ابھی بحث کرنا، ان کارروائیوں پر تنقیدیں کرنا، کسی کو مورد الزام ٹھہرانا، کسی کو مجرم ثابت کرنا کہاں صحیح ہے۔ جو ہوتا تھا وہ ہو چکا ہے لوح تقدیر پر جو لکھا جا چکا تھا، آسمانی راہی کورٹ میں جو اہل فیصلہ ہوا تھا۔ وہ پورا ہوا تھا اور پورا ہو کر رہا۔ اب اتنی مدت کے بعد اس فیصلہ اور فیصلہ کے مطابق واقع ہونے والے حالات پر احتجاج کرنا کہاں کی دانشمندی ہے۔ ہم سے پوچھ ہوگی تو اپنے اعمال کی ہوگی۔ اللہ کے دربار میں ہم مسئول ہوں گے تو اپنے کفر و کداری سے ہوں گے تِلْكَ اُمَّةٌ اَلْهَامَا كَسَبَتْ وَاَكْمَا كَسَبَتْ وَاَلَا تَسْلُوْنَ عَمَّا كَانُوا يَعْمَلُوْنَ اسی بنا پر ایسی بحثوں کا آغاز کرنا، اور اسی موضوع پر خواہ مخواہ کی گرم بازاری کسی طرح بھی اچھی نہیں۔ لیکن ہم کریں تو کیا کریں۔ بعض بد بخت

اور جو کچھ انہوں نے کیا ہے۔ اسے عین صواب اور مرضی خداوندی سمجھیں۔

مرح صحابہ سے اہل سنت کا مقصد

حضرات! ہمیں حضرت ابو بکر و عمر، عثمان و علی، حسن و حسین یا دوسرے عشرہ مبشرہ اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم بلا واسطہ کچھ تعلق نہیں ہمیں ان سے تعلق ہے تو اس واسطہ سے کہ وہ حضور پر ایمان لائے آپ کے دست مبارک پر بیعت کر کے انہوں نے کفر و شرک کی تاریکیوں کو چھوڑ کر اسلام کی روشنی حاصل کی۔ آپ نے ان کو کتاب و حکمت سکھائی، ان کے نفوس کا تزکیہ و تصفیہ کیا۔ بہترین اخلاق و اعمال سے انہیں آراستہ و پیراستہ کیا۔ آپ ہی کی برکت سے ان میں وہ روحانی طاقت و قوت پیدا ہوئی کہ زمانہ خلافت میں دنیا کی بڑی بڑی سلطنتیں ان کے مقابلہ میں ٹھہر نہ سکیں۔ جہاں کہیں مقابلہ ہوا۔ ان کا پتہ بھاری رہا۔ قبضہ و کسر لے ان کے نام سے لرزتے تھے۔ ایسے عدل و انصاف اور کمال و خوبی کے ساتھ جہاں بانی کی کہ دنیا آج تک انگشت بندھا ہے۔ کہ یا تو وہ عرب کے ناواقف، غیر مہذب، شیر شتر پیچے اور سو سمار کھانے والے لوگ تھے یا کلمہ طیبہ پڑھتے ہی ایسے دانا، ایسے جہذب و شالستہ ہوئے کہ دنیا کے لئے وہ معلم بنے، یہ سب کمالات ان میں کہاں سے آئے۔ حضور کی برکت سے آئے۔ انہوں نے تین سال میں ایسی جماعت تیار کی کہ ان کے ذریعہ سے پھر تمام دنیا میں اسلام پھیلا۔ حضور رحمة للعالمین تھے۔ جیسا کہ حضور نے فرمایا بخت الی الناس كافة تمام دنیا کے لوگوں کے لئے پیغام پہنچانے والے تھے۔ وما ادسلناک الا كافة للناس تمام دنیا کو آپ کی تعلیمات کا پہنچا تھا۔ تو بتلائیے کہ حضور کے لئے ہوئے دین کو، قرآن کو، سچے تعلیمات کو روم کے محلات

میں ایران کے مرغزاروں میں، ہندوستان کے بتکدوں میں، افریقہ کے تپتے ہوئے صحراؤں میں یورپ کے میدانوں اور وادیوں میں، قبرص و رودس کے جزیروں میں کس نے پہنچایا۔ انہی مقدس حضرات نے جن کو بد بخت اور اذلی اشقیاء آج ہدف مطاعن بنا رہے ہیں اور جن پر تبر اکبنا ان کے ہاں آج کار ثواب ہے۔ گویا حضور جس غرض کے لئے دنیا میں مبعوث ہوئے تھے۔ وہ غرض اس طرح پوری ہوئی۔ کہ آپ نے اپنی زندگی میں ایسے شاگرد رشید تیار کئے۔ جنہوں نے دنیا میں پھیل کر حق کا پیغام پہنچایا۔ اور حضور کے مشن کی تکمیل ہو گئی۔

قاعدہ ہے کہ با کمال مریدوں کی جماعت پیر کے کمال پر دلالت کرتی ہے۔ لائق و قابل شاگردوں سے استاد کی لیاقت و اہلیت ثابت ہوتی ہے۔ کسی لاعلاج یا عسیر العلاج مریض کا کسی طبیب کے ہاتھ صحت یاب ہونا اس طبیب کی خداقت اور مہارت فن کے لئے دلیل ٹھہرایا جاتا ہے۔ تو اسی بنا پر خلفاء راشدین اور صحابہ کرام کے تمام فضائل و کمالات کے ذکر کرنے اور انہیں بار بار دہرانے اور ارجا گر کرنے سے ہم اہل سنت و الجماعۃ کا مقصد یہ ہے کہ دنیا کو اس حقیقت ثابت کی طرف توجہ دلائیں۔ کہ جس معلم کے شاگرد ایسے با کمال نکلے۔ اس کی تعلیمات اور علو درجہ کا کیا ٹھکانا ہو گا جس نے ایسے بے نظیر مرید پیدا کئے اس پیر کے درجات و مراتب کی پھر کیا حد ہوگی تدبیر و سیاست، علم و معرفت، اخلاق و اعمال میں جماعت صحابہ کا طاق ہونا اس کی دلیل ہے کہ حضور نے دنیا سے تشریف لے جاتے وقت ان کو اپنے رنگ میں ایسا رنگا۔ کہ وہ تمام فضائل میں حضور ہی کے کمالات کے آئینہ دار تھے۔ اگر کوئی بد بخت اس سے انکار کرے اور صحابہ کی فضیلت ان کی صداقت و ایمان داری کا قائل نہ ہو۔ اور یہ کہے کہ (لعوذ باللہ) صحابہ کرام سب منافق تھے

اور معدودے چند افراد کے سوا سب (خاک بدین بنمن) گمراہ ہو چکے تھے۔ تو یہ دراصل حضور کی توہین ہے آپ کی جلالت اور آپ کی شان پیغمبری پر اعتراض ہے۔ کہ آپ تیس سال رہے لوگوں کو تبلیغ کی۔ لیکن آپ کی صحبت میں آپ کے مواعظ و نصائح میں اس قدر بھی اثر نہ تھا۔ کہ قریب بیٹھے والے شب و روز کے مصاحب سفر و حضر کے رفیق مستفید ہو سکیں۔ اور ان کا ایمان صحیح ہو جائے۔ آپ کی تعلیم بھی کامیاب نہ رہی اور آپ نے ان کے نفوس کا تزکیہ بھی نہیں کیا۔ تو قرآن پاک میں جو فرمایا گیا ہے و یعلمہد الکتاب و الحکمۃ و یرکبہد وہ غلط ثابت ہوا۔ آپ نے فرائض نبوت کو سرانجام نہیں دیا اور چند افراد کے سوا کسی کو مسلمان نہ کر سکے۔ پس دیکھیے کہ فضائل صحابہ سے انکار کا اثر کہاں تک پہنچا۔ اور صحابہ کے انکار کے ساتھ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم اور قرآن پاک کا انکار بھی ہونے لگا۔

حضرات خلفاء راشدین اور خصوصاً حضرت ابو بکر صدیق اور عمر فاروق رضی اللہ عنہما نے جس طریقہ سے خلافت کا کام سنبھالا۔ رسول اللہ کے دین کی اشاعت کی، قرآن کی تعلیمات کو پھیلایا اور جس اخلاص و صداقت و عدل و انصاف سے جہاں نبائی کی ہے، تمام دنیا اس کی قائل ہے۔ اخبار میں طبقہ کو معلوم ہے کہ ۱۳۰۰ء میں کانگریس نے ہندوستان کے مختلف صوبوں کی وزارتیں جب قبول کیں۔ اور کچھ اختیارات حکومت چلانے کے ان کو مل گئے تو گاندھی جی نے تمام وزراء کے نام جو پیغام عمل بھیجا یہ تھا کہ رام اور کرشن جی تاریخی ہستیاں نہیں اس لئے میں تم کو یہ نہیں کہہ سکتا کہ ان کے طرز و روش پر کار حکومت کو چلاؤ۔ بلکہ میں تم کو دنیا کی ان دو عظیم الشان ہستیوں کی حکومت کی طرح حکومت چلانے کا مشورہ دیتا ہوں جن کا نام ابو بکر و عمر ہے۔ جس طرح انہوں نے

ملک کو سنبھالا اور عدل و انصاف کے ساتھ ”حکومت“ نہیں بلکہ تمام مسلمانوں کی خدمت کی۔ اس طرح تم کو بھی رعایا پروری کی کوشش ضروری ہے۔ یورپ کا مشہور اور متعصب مورخ گین بھی لکھتا ہے: ”ان کی (چاروں خلفاء کی) سرگرمی و دلہی اخلاص کے ساتھ تھی۔ اور ثروت و اختیار پا کر بھی انہوں نے اپنی عمریں ادائے فرائض اخلاقی و مذہبی میں صرف کیں۔ عیسائی اس بات کو یاد رکھیں تو اچھا ہو۔ کہ محمد کے مسائل نے اس درجہ نشہ دین اس کے پیروؤں میں پیدا کیا کہ جس کو عیسے کے ابتدائی پیروؤں میں تلاش کرنا بے فائدہ ہے۔

محمد کے پیرو اپنے مظلوم پیغمبر کے گرد و پیش رہے۔ اور اس کے بچاؤ میں اپنی جانیں خطرے میں ڈال کر کل دشمنوں پر اس کو غالب کر دیا۔

سرو لیم یر لکھتا ہے :-

”ابوبکر کی قوت کار از وہ ایمان راسخ تھا جو آپ حضرت محمد پر لائے تھے۔ آپ کو ہمیشہ یہی سوال مد نظر رہتا تھا کہ حضرت محمد کا کیا حکم تھا۔ یا اس وقت وہ ہوتے تو کیا کرتے آپ کا عہد مختصر تھا۔ مگر رسول اللہ کے بعد اور کوئی ایسا نہیں ہوا جس کا اسلام کو ان سے زیادہ ممنون اور مرہون احسان رہنا چاہئے۔ چونکہ ابو بکر کے دل میں رسول اکرم کا اعتقاد نہایت راسخ طور پر متمکن تھا اور یہی عقیدہ خود رسول اکرم کے خلوص اور سچائی کی ایک زبردست شہادت ہے، اسی طرح انہوں نے حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے کچھ حالات اور مناقب و فضائل بیان کئے ہیں۔

حضرات! جن مقدس ہستیوں کی زندگیاں ایسی پاکیزہ اور بے داغ گزری ہیں کہ اغیار بھی آج مدح و ستائش، تحسین و آفرین کے پھول برسار رہے ہیں۔ اسلام کے دشمن اور یورپ کے متعصب مستشرقین بھی

کرتے۔ جس کو صحیح قرار دے۔ چاہئے کہ اسی کو بتی سمجھا جائے۔ اور شیطانی وساوس اور خفاس کے دھوکہ و فریب کو چھوڑ دیا جائے۔

حضرت علی کرم اللہ وجہہ کا طرز عمل - شریعت

احکام ہمیشہ ظاہر حال ہی پر مبنی ہو کرتے ہیں۔ ظاہر میں جس کا جو رویہ ہوگا۔ جو حالت ہوگی۔ اسی کو دیکھ کر اسی کے مناسب احکام لگائے جاتے ہیں۔ اس لئے ہمیں یہ دیکھنا ہوگا۔ کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات سے لے کر شہادت تک حضرت علی رضی کی زندگی کیسی گزری۔ اور خلفائے ثلاثہ رضوان اللہ علیہم اور دوسرے صحابہ کرام سے ان کا معاملہ کیا رہا۔

بیت - سب سے اول بات یہ ہے کہ کیا انہوں نے ابو بکر صدیق، عمر فاروق، عثمان غنی رضی اللہ عنہم کے ہاتھ پر بیعت کی یا نہیں؟ یہ بات کھلی ہوئی ہے اس میں کچھ پوشیدگی اور خفا کی چیز نہیں۔ اہل سنت والجماعۃ اور شیعہ دونوں مانتے ہیں کہ تینوں خلفاء کے ہاتھ پر انہوں نے بیعت کی ہے۔ لیکن اب اس میں آکر اختلاف پڑا ہے کہ کیا انہوں نے طیب خاطر اور رضا قلب سے بیعت کی یا بہ جبر و اکراہ ان کو ڈرا دھمکا کر تحریف و تہدید سے ان کو اس کے لئے آمادہ کیا۔ کہ وہ اپنی رائے مرضی، ضمیر کے برخلاف دست بیعت بڑھائیں اور ان کو خلیفہ تسلیم کریں۔ اہل سنت کا نظریہ یہ ہے کہ ناممکن ہے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ جیسا جلیل القدر صحابی، حضور کا رشتہ دار بہادر و جوان مرد، اس اللہ کسی سے دب کر کسی کی دھمکیوں میں آکر خوف و ہراس کی وجہ سے حق کو چھپائے اور باطل کے سامنے سر تسلیم خم کرے۔ اور باطل کی طاقت کو تقریباً ۲۵ برس تک خاموشی کے ساتھ اپنے اوپر مسلط رہنے دے اس لئے ان کی بیعت یقیناً ان کی رضا مندی سے ہوئی۔ (باقی آئندہ)

ان کے فضائل و مناقب بیان کرتے کرتے نہیں تھکتے۔ ان کی سوا انھیں لکھتے ہیں۔ ان کی پیروی کو اپنی کامیابی کا راز سمجھتے ہیں۔ مگر نہ رافضوس اور نہ ہزار تاسف و حیرت۔ کہ گہر و ترسا تو ان کی مدح و ثنائیں مصروف ہیں۔ مگر مسلمان کہلانے والے، مسلمانوں سے مسلمانی کے حقوق طلب کرنے والے، اسلام کے نام پر ووٹ مانگنے والے مسلمانوں کی طرح نام رکھنے والے ان پاک دامنوں کو داغدار کر رہے ہیں۔ ان کو طعن و تشنیع کا نشانہ بنا رہے ہیں۔ ان پر تنقیدیں اور نکتہ چینی کر رہے ہیں۔ اور حتیٰ کہ شرافت و انسانیت کو بھی بالاک طاق رکھ کر ان پاکباز و برگزیدہ ہستیوں کے بارے میں گندہ دہنی، سب و شتم سے بھی دریغ نہیں کرتے۔ یہ لوگ اسلام کے بدترین دشمنوں سے بھی بدتر دشمن ہیں کیونکہ جیسا کہ میں پہلے کہہ چکا ہوں۔ ان حضرات صحابہ کے فضائل و مناقب کا انکار اور ان سے بداعتقاد ہونا دین کی بنیادیں اکھاڑنا ہے۔ اور محبت اہل بیت یا محبت حضرت علی کرم اللہ وجہہ کے نام سے دھوکہ دے کر مسلمانوں کو گمراہ کرنے کی ایک مذموم کوشش ہے۔ ہم بھی مانتے ہیں اہل بیت کی شرافت کو، ان کے علوم و تربت کو اور ہم بھی حضرت علی کرم اللہ وجہہ کو اپنا پیشوا اور مقتدا سمجھتے ہیں۔ اور ہمارا یہ دعویٰ ہے کہ

اتباع حضرت سید علی کرم اللہ وجہہ بابائے

ان کا دین یقیناً صحیح تھا۔ انہوں نے اپنی مبارک زندگی جیسی گزاری صحیح گزاری۔ اگر ان کی محبت کا دعویٰ ہے اور ان کی پیشوائی تسلیم ہے۔ تو آئیے۔ ان کے طرز عمل کو دیکھیں۔ صحابہ کرام کے ساتھ ان کے تعلقات دیکھیں پس ہمارے اور تمہارے درمیان وہی حکم ٹھہرے۔ ان کی زندگی جو فیصلہ کرے۔ جس کے مذہب کی تائید

تبلیغی کتابیں

کشف التلبیس - مصنفہ مولانا سید ولایت حسین شاہ صاحب دیوبند - یہ کتاب شیعوں کے مشہور

رسالہ "نور ایمان" کے جواب میں لکھی گئی ہے شیعوں کا یہ رسالہ لاکھوں کی تعداد میں طبع ہو کر ہزار ہائی نوجوانوں کی گمراہی کا باعث بن چکا ہے شیعہ رؤسا کی طرف سے سنیوں میں مفت تقسیم ہوتا رہتا ہے شیعوں کی اس ظلمت کفر کا عقلی و نقلی دلائل سے مہذب پیرایہ میں تبلیغ روا اس کتاب میں موجود ہے شیعوں کے تمام مطاعن و اعتراضات کے جوابات دیئے گئے ہیں قیمت حصہ اول ۴ حصہ دوم ۶ حصہ سوم ۴ مکمل طلب کرنے پر ۱۲ محمولہ اک علاوہ

برق آسمانی - جس میں مرزائے قادیانی کے اپنے قلم سے اسکے سوانح و عقائد عبادات و

معاملات و کارنامے تفصیل کے ساتھ درج کئے گئے ہیں علاوہ ازین خلیفہ نور الدین و مرزا محمود کے سوانح حیات اور انکے عقائد وغیرہ بیان کرنے کے بعد حیات مسیح کے مسئلہ عقلی و نقلی دلائل جمع کئے گئے ہیں اس کتاب نے مرزائیوں کا ناطقہ بند کر دیا ہے رعایتی قیمت ۴

جریدہ شمس الاسلام کا شیعہ نمبر المعروف

صور اہل - جو اگست ۱۹۰۷ء میں شائع ہو کر خراج تحسین حاصل کر چکا ہے اس میں بڑی خوبی ہے

کر شیعہ صاحبان کے حق میں کہیں سخت الفاظ استعمال نہیں کئے گئے مختلف ذرائع گو ناگوں خواہوں اور ان کی مستند کتابوں

اور غیر مسلم مصنفین کی تحریروں سے ناقابل تردید مختصر اور جامع الفاظ میں نقشہ کھینچا گیا ہے اور جس مسئلہ صحت صحابہ و تبرائے قرآن مجید احادیث نبی کریم احوال ائمہ سادات صوفیائے کرام کے ارشادات اور عقلی و نقلی براہین سے

مکمل روشنی ڈالی گئی ہے اور اسلامی جرائد اور اکابر ملک کے افکار و آراء کے اقتباسات کے علاوہ سیزدہ صدی اسلامی تاریخ میں سے تبرائی کے ہولناک نتائج بیان کئے گئے ہیں حجم ۱۳۲ صفحہ قیمت ۴ محمولہ اک ۱

تاریخ نقشبندیہ - مولفہ مولانا حکیم حافظ عبدالرسول صاحب بکھروی اس کتاب میں

مرزا قادیانی کے ان اعتراضات کا مدلل جواب دیا گیا ہے جو اس نے صوفیائے کرام پر کئے تھے قیمت صرف ۴ علاوہ محمولہ اک

اجتناب الحنفیہ - اس رسالہ میں صدہا علمائے اسلام کے فتاویٰ جمع کئے گئے ہیں جن میں دلائل

و اشجاء و براہین قاطعہ سے فرقہ روافض و مرزائے کار تذاو اور رافضی و میرزائی سے سنی عورت کا نکاح ناجائز ثابت

کیا گیا ہے حجم ۱۲ صفحہ قیمت ۴

تحفہ میراثیہ - یعنی جریدہ شمس الاسلام کے ستمبر ۱۹۰۷ء کا ایڈیشن جو قادیان نمبر کے نام سے موسوم ہوا تھا اس میں بہت

عمدہ مضامین قادیانیوں کے رد میں درج ہوئے ہیں قیمت ۴

تحقیق شریعہ - مولفہ قطبی شاہ صاحب مذہب شیعہ کے سب سے رازد

کا تحقیق فی سیکرہ پانچ سو پے فی نسخہ ۱

تہدایا القرآن - عیسائیوں کے مشہور رسالہ حقائق قرآن کا تبلیغ رد نیز اسی رسالہ کے ذریعہ مرزائیوں

کے مغالطات بھی دور ہو سکتے ہیں عیسائی لاکھوں کی تعداد میں حقائق قرآن کو ہر سال مفت تقسیم کرتے ہیں لہذا ہدایات

القرآن کی وسیع اشاعت نہایت ضروری ہے فی نسخہ ۱

کتاب تحقیق المرام فی منع القراءة خلف الامام - تصنیف لطیف حضرت مولانا مفتی غلام رسول صاحب قاسمی اترری

رحمۃ اللہ علیہ اس میں مصنف مرحوم نے حنفی مذہب کی تائید کرتے ہوئے امام کے پیچھے سورۃ فاتحہ نہ پڑھنے پر قوی دلائل پیش کئے ہیں - قیمت ۴

قادی کا مجموعہ قیمت فی نسخہ ۱۰ روپیہ سینکڑہ صرف دو روپیہ۔
محصول بندہ خریدار۔

خاکساری فتنہ خاکساری لعنت کے خلاف یہ پہلی
علاء کرام کو بیدار کیا۔ جسکو پڑھ کر ہزاروں مسلمانوں کا ایمان
مشرقی ملحد کی دستبرد سے محفوظ ہوا۔ اور جسکو دیکھ کر خاکساروں
کی تعداد کثیر نے خاکساریت سے توبہ کر لی۔ اس کتاب کی
مقبولیت عامہ کا اندازہ اس واقعہ سے ہو سکتا ہے کہ
تین سال کے عرصہ میں چار دفعہ ہزاروں کی تعداد میں طبع
ہو کر ہفتوں ہفتہ نکل گئی یہ پانچواں ایڈیشن ہے جس
کے ۹۲ صفحات ہیں از مولانا بیرزادہ محمد بہا الدینی صاحب
قاسمی قیمت فی نسخہ ۳۰

کشف الغطاء شیعوں نے ایک رسالہ شائع کیا تھا۔
جس میں بزم خود سو آیات قرآنیہ سے
ارسال یدین فی الصلوٰۃ پر استدلال کیا ہے مولانا سید غلام
شاہ صاحب پر باروی نے کشف الغطاء کے نام سے اس کا
نہایت عمدہ رد تالیف فرمایا ہے جس میں قرآن وحدیث
اور کتب مذہب شیعہ سے ہاتھ باندھ کر تراز پڑھنے کا ثبوت
شیعوں کے پیش کردہ دلائل کا جواب دیا ہے اسکے علاوہ
شیعوں کے دوسرے مسائل پر بھی بحث کی گئی ہے فی نسخہ ۲۔

المشرقی علی المشرقی مشرقی عقائد اور اس کی تحریک
کے خلاف اقبالستان۔ سرحد
آزاد اور ہندوستان کے تقریباً ہر خیال کے اکابر علماء و
مشرخ اور اہل قلم حضرات کے تبصروں، بیانات اور فتاویٰ
مقتدر مجالس کے فیصلوں اور مشرقی کے متعلق مصری
وترکی اخبارات کی رائے کا قابل دید مجموعہ۔ قیمت
فی نسخہ ۳۰

از تصنیف پرزادہ
مولانا محمد بہا الدینی

صاحب قاسمی تفسیری قیمت ۱۔
مظلوم قوم تصنیف مولوی محمد بخش صاحب مسلم بی اے۔
اس کتاب میں مصنف نے اچھوتوں پر ہندوؤں کے مظالم
اور اسلامی مساوات و اسلامی تعلیمات کو موثر پیرایہ میں بیان
کر کے اچھوتوں کو اسلام کی دعوت دی ہے قیمت ۵۔
اسلامی جہاد راولپنڈی میں فوج محمدی کے عظیم الشان کیمپ
منعقدہ ۸ و ۹ مارچ ۱۹۷۸ء میں انصار
سیاہیں آلہ کبر الصوت پر خطاب جس میں اسلامی جہاد کی
حقیقت اور فوج محمدی کے نصب العین کو وضع کیا گیا ہے اور
عہد حاضر کی بعض ملحدانہ عسکری تنظیموں پر بے لاگ تبصرو
کیا گیا ہے از مولانا ظہور احمد صاحب بگٹی مجلس مرکزی
حزب الانصار بھیرہ قیمت ۱۔

خاکساری مذہب متعلق میانوالی کی اسلامی جماعتوں کے
نمائندہ اجتماع کے موقع پر مرقم
میانوالی علماء کرام کی طرف سے خاکساری مذہب پر حقیقت افروز
تبصرہ جو بصورت ٹریک شائع کر کے مسلمانوں میں تقسیم کیا گیا
از مولانا ظہور احمد صاحب بگٹی امیر مجلس حزب الانصار بھیرہ قیمت
۱۔
مشرقی فتنہ ملحد پنجاب عنایت اللہ مشرقی کے تقریریں
خیالات پر لا جواب تنقید از قلم جناب سید
ابوالاعلیٰ صاحب مودودی مدیر ترجمان القرآن قیمت فی نسخہ ۱۔
فی سینکڑہ صرف دو روپیہ علاوہ محصول لٹاک

ضرب کاری بر مذہب خاکساری ملحد پنجاب عنایت اللہ
مشرقی کے عقائد
اور اس کی تحریک خاکساری کے متعلق علماء مصر و بیت المقدس
و ترکی و مکہ معظمہ کے متقی شافعی مالکی اور حنبلی علماء کرام کے

ملنے کا پتہ :
میٹجس جریڈ شمس الاسلام بھیرہ (پنجاب)